# تمدن

اشرقی تمدنی۔ ادبی۔ فلسفی۔ اخلاقی۔ تاریخی۔ اور علمی مضامین کا مخزن

ایڈیٹر ایم۔ اے قاری (علیگ) خلف اکبر جناب قاری محمد سرفراز حسین صاحب (علیگ) عزمی دہلوی سیاح جاپان و انگلستان

فہرست مضامین



نادرن انڈیا پرنٹنگ پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر نواب علی

مقام اشاعت نیا گاؤں۔ لکھنؤ

سالانہ ۳ روپے

نمونہ کے پرچہ کی قیمت ۵ آنہ

پچھے او... ں لوٹ سے بیش قیمت فولاد ہزار گونہ زیادہ کارآمد ہے۔

رجسٹری شدہ — دادکی بے خطا دوا۔

# درو گج کیسری

ہلاجلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے دور کرنے والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے۔ قیمت فی شیشی چار آنہ۔
جس شیشی پر سکھ سنچارک کمپنی کا نام نہ لکھا ہو اسے ہرگز نہ خریدیے۔ سب سے قابلِ اطمینان خط۔
مہاشے آپ کی دوا۔ درو گج کیسری کا استعمال کیا گیا۔ داد اچھے ہو گئے دوا سود مند ہے۔
آپ کا راجہ سر رام پال سنگھ کے سی آئی ای راج کرسی سدولی ضلع رائے بریلی

**بال سدھا** اگر آپ کو اپنے چھوٹے موٹے تازے اور تندرست بنانے ہیں اور روز کی بیماریوں سے چھٹکارا پانا ہے تو یہ گھٹی دوا کو منگا کر پلائیے ایک شیشی تقریباً ایک ماہ کو کافی ہے۔ قیمت فی شیشی بارہ آنہ۔ ڈاک خرچ چھ آنہ۔
آپ کو اپنی ضرورت کی کوئی بھی چیز درکار ہو تو پیشتر ہم سے دریافت کیجیے اور ہماری فہرست طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیے۔

ملنے کا پتہ: سکھ سنچارک کمپنی متھرا

# لوگوں کی رائے

اس بات کے لیے پختہ ہو گئی ہے کہ سکھ سنچارک کمپنی متھرا کا تیار کردہ سُدھا سندھو ہی سب سے سچی اور فوراً شفا بخشنے والی بے خطا دوا ہے باقی اس کی سب نقلیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اس نایاب دوا کے فروخت کرنیکو **چوتھائی لاکھ** سے زیادہ ایجنٹ مہیا ہو چکے ہیں ۲۷ سال کی طویل آزمائش کے بعد یہ کامل طور پر یقین ہو چکا ہے کہ اس کمپنی کا سُدھا سندھو بلا کسی چیز کی آمیزش کے کف۔ کھانسی۔ دمہ۔ ہیضہ۔ سر کے پیلے دست خونی دست۔ آنوں پیچش۔ قولنج۔ زکام۔ سردی نزلہ وغیرہ امراض کو دفع کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے یہ ایک خوش ذائقہ اور خوشبودار دوا ہے۔ قیمت فی شیشی آٹھ آنہ ڈاک خرچ ایک سے چھ شیشی تک تین آنہ ۳ ۔ چند ہزار اسناد میں سے چند یہ ہیں:-

ہتری ہتکیشی لشور اخبار ممبئی ۱۲ فروری ۱۹۰۸ء سکھ سنچارک کمپنی متھرا کا سدھا سندھو ہیضہ اور اس سے پیدا شدہ ہیضہ وغیرہ امراض کی ایک بے خطا دوا ہے ... ابھیودے اخبار الہ آباد ۷ مئی ۱۹۱۹ء سدھا سندھو حقیقت میں امرت کا سمندر سدھا سندھو ہی ہے جملہ خانہ داروں کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا چاہیے کیونکہ یہ بہت قسم کے امراض میں مفید ہوتی ہے ہمنے ابتک ۱۰۔۱۲ شیشی منگا کر فائدہ دیکھا ہے ... شری پنڈت رما پیر شاد جی دویدی ایڈیٹر سرستی الہ آباد ہماری ضعیف والدہ جنکی عمر ۸۰ سال کی ہمی کف اور کھانسی سے بیمار تھیں انکو ہم نے سُدھا سندھو کے دس قطرے دیے۔ دیتے ہی اس نے جادو کا اثر کیا ..... ہماری دوا سب بڑے دوا بیچنے والے اور دیگر دوکانداروں کے پاس بھی ملتی ہے مگر دھوکے سے دوسری مصنوعی دوا نہ خریدیے گا چاند رام کی تصویر والی تصویر دار بڑی فہرست سب کو بلا قیمت ملیگی

منگانے کا پتہ — سکھ سنچارک کمپنی متھرا

# میں خوبصورت نوجوان لڑکی ہوں



# پری جمال صابن!

جو تمام دنیا میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کر چکا ہے - اور جس نے اپنے مفید ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے نوابوں اور رئیسوں اور راجاؤں کے سرٹیفکٹ حاصل کیے ہیں - فوراً منگا استعمال کرو - آجکل بہت سے صابن فروخت ہو رہے ہیں - ان سے بچنا چاہیے - اور ہمیشہ پری جمال صابن خاص ایجاد کردہ **حکیم محمد یعقوب خاں دہلی** یاد رکھیں - یہ صابن تازہ بتازہ نفیس خوشبوؤں سے تیار کیا جاتا ہے کالا رنگ کملایا ہوا چہرہ صاف سات روز مل کر نہانے سے گلاب کی پتی کے مانند خوبصورت اور مخمل کے مانند ملائم ہوتا ہے خوشبو صابن کی اسقدر عمدہ اور تیز ہے کہ نہانے کے بعد پھر عطر و لونڈر ملنے کی ضرورت نہیں رہتی - یہ صابن چہرے کے تمام داغ دھبے - پھوڑے پھنسیاں چھائیاں مہاسے دور کر کے چہرے کو خوشنما بنا دیتا ہے - شنجرف کی سی سرخی آنے لگتی ہے - قیمت معمولی ہے - فی بکس تین ٹکیہ مع ایک خوشنما صابن دانی ایک روپیہ (عہ)

## پری بہار ہیر آئیل

یہ سر میں لگانے کا خوشبودار پری بہار ہیر آئیل بالوں کو خوشنما بنا دیتا - یہ لمبے و خوبصورت بال عورتوں و مردوں کے حسن و جمال میں ترقی دیتے ہیں روح خوش ہوتی ہے - بالوں میں نرمی سیاہی و چمک پیدا کر کے بالوں کو لمبا اور ریشم کی طرح ملائم کر دیتا ہے - فی شیشی ۱۰ تولہ ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ

**مالک دواخانہ نور تن دہلی بازار فراش خانہ**

# ...ہبی، ادبی اور تاریـ...ـب کا قابلِ قدر ذخیرہ

**...شت و معاشرت** :- بہترین انتظام خانہ داری اور روزمرہ کے وہ اصول جو عہد نو میں صحت جسمانی قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں بیان کیے گئے ہیں مصنفہ علیا حضرت سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال قیمت حصہ اول و دوم ستے

**سبیل الجنان** :- ایمان، اسلام، روزہ، زکوٰۃ، حج پر حضور عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال کی نہایت عالمانہ تقریریں قیمت ... عہ/

**تہذیب نسواں و تربیت الانسان** :- امراض مخصوصۂ نسواں کی طبی ہدایات، طبی خانہ داری کی ضروری اور کارآمد باتیں دیگر ضروری امور مولفہ خلد مکان نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ (بھوپال) قیمت ۱۲ مجلد ۱۴

**تعلیم اصول خانہ داری** :- قصے کہانیوں میں نہایت ضروری تعلیم مولفہ مفتی انوار الحق صاحب ایم اے قیمت ہر چہار حصہ ۱۲/

**ہدایات تیمارداری** :- ڈاکٹری اصول کے مطابق تیمارداری کے ضروری طریقے مندرج ہیں قیمت ۲/ مجلد ۵/

**تربیت الاطفال** :- بچوں کی تربیت اخلاق کے اصول جس پر والدین کو کاربند ہونا چاہیے صفحات ۱۶۷ قیمت ۸/ مجلد ۱۲/

## دواوین، قلمیات اور دیگر اصناف نظم

**میگھ دوت** :- سنسکرت کی بہترین نظم یعنی کالیداس کی نظم میگھ دوت کا منظوم اردو ترجمہ، مناظر فطرت کے دلکش نظارے دکھلائے ہیں۔ فوٹو ... آٹھ قابل دید تصاویر ... لکھائی چھپائی [illegible]

**مسدس حالی** :- مولانا حالی مرحوم کا مشہور مسدس مع ضمیمہ اسلام قیمت مجلد ۱۲/

**رباعیات انیس** :- حضرت انیس مرحوم کی رباعیات کا قابل قدر ذخیرہ جس میں سات سو سے زیادہ رباعیات درج ہیں قیمت ۸/

**رباعیات حالی** :- مولانا حالی مرحوم کی رباعیات کا یہ جدید ایڈیشن مسدس کی تقطیع پر چھپا ہے ہر صفحہ میں دو رباعی درج ہیں قیمت .... ۳/

**سلک مروارید** :- لکھنؤ کے مشہور اخبار "سیارہ" کی قابل دید نظموں کا مجموعہ قیمت ۸/

**جذبات بھاشا** :- بھاشا کے شاعر قادر ہیں مناظر کی تصویر کھینچنا اسکے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے خودداری، حیا، غرور، حسن، محبت یہ وہ جذبات ہیں جن پر بھاشا کی شاعری کا ستون کھڑا ہے سادی اور ساتھ تشبیہات دلوں میں چٹکیاں لیتی ہیں۔ جذبات بھاشا میں ملک کے قابل انشاپرداز حضرت نیاز فتحپوری نے اس کے دلکش مقدمے بیان کیے ہیں قیمت ۱۲/ علاوہ محصول

**جذبات مسلم** :- مشہور و دلگداز قومی نظموں کا مجموعہ جس میں علامہ شبلی، ڈاکٹر اقبال، اکبر اور دوسرے شعراء کی مقبول عام نظمیں جمع کی گئی ہیں لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت عہ/

**تاریخی جواہر** :- شبلی، اقبال اور ظہیر دہلوی کی تاریخی نظموں کا قابل دید مجموعہ قیمت ۳/

**شکوہ** :- ڈاکٹر اقبال کی مشہور معنی خیز نظم ۲/

**جواب شکوہ** :- ۲/

**عذر شکوہ** :- ۳/

**لسان الغیب** :- ڈاکٹر اقبال کی مثنوی اسرار خودی میں حافظ شیرازی پر جو نکتہ چینی کی گئی ہے اسکا جواب قیمت ۲/

**دیوان غالب** :- اردو دیوان غالب کا یہ ایڈیشن خاص اہتمام سے چھپایا گیا ہے شروع میں ایک پُرلطف دیباچہ اور مرزا غالب کی مختصر سوانح عمری درج ہے نیز مرزا غالب کی عکسی تصویر بھی شامل ہے کلام غالب کے دلدادگان اس نسخہ کو ضرور منگائیں قیمت عہ/ مجلد ۱۲

**شرح دیوان غالب** :- مع مقدمہ مشتمل بر حالات و تنقید کلام غالب از مولانا حسرت موہانی بی اے قیمت ۴/ مجلد ۶

## قابلِ دید ناول اور ڈرامے

**قاسم و زہرہ** :- منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس منظوم ڈرامہ کے مصنف ہیں شروع سے آخر تک زبان شستہ، خیالات پاکیزہ، طرز ادا انتہا کا دلاویز، شوخی اور رنگینی کوٹ کوٹ کر بھری ہے ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت ۸/

**اختر یا زہرا** :- ایک ترکی ناول کا ترجمہ مترجمہ سید سجاد حیدر صاحب بی اے قیمت ۱۰/

**عاقبت بالخیر** :- قیمت ۵/

**نیرنگی و ہجر** :- مجیدہ بیگم کے مصائب اور وفاداری کی داستان شریف النساء کے ادبی ناول کا انجام مصنفہ منشی عبدالغفور صاحب صفحات ۲۰۰ قیمت ۱۲

**گودڑ کا لال** :- ایک نہایت دلچسپ اخلاقی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا طبعزاد افسانہ مصنفہ والدہ صاحبہ سید محمد افضل صاحب بی اے حصہ اول و دوم صفحات ۹۴۲ قیمت ۳/

**وکرم اروسی** :- مہاکوی کالیداس کے ایک مشہور ناٹک کا ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جس میں ہندو ڈراما کی تاریخ اور ماہیت پر مفصل بحث کی گئی ہے مترجمہ جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی اے قیمت عہ/

**انتخاب دیوان** :- مصنفہ محمد سجاد مرزا بیگ صاحب دہلوی ۱۰/

لکھنؤ

# علمی۔ ادبی اور تاریخی کتب کا قابلِ قدر ذخیرہ

**جہاں آرا:۔** شاہ جہاں بادشاہ کی فاضل بیٹی جہاں آرا بیگم کی مفصل سوانحعمری مورخین یورپ کی نکتہ چینیوں کے جواب قیمت ۔ ۱۰ر

**ایک شاعر کا انجام:** حضرت نیاز فتحپوری کا مشہور اور مقبول عام ناول قیمت ۱۲ر

**حاجی بغلول:** مصنفہ منشی سجاد حسین صاحب مرحوم ایڈیٹر اودھ پنچ قیمت ... ۱۰ر

**احمق الذین:** ۔ ۔ ۔ ۳ر

**آورلیں:۔** روضۃ الکبریٰ کا ایک خاص قصہ ناول کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے نہایت دردناک و پُرتاثیر قصہ ہے قیمت ۸ر

**اٹوپیا:** اس ناول میں سر ٹامس مور نے ایک خیالی ملک یوتوپیا کا حال بیان کرنے کے انگلستان کو بیدار کرنا چاہا ہے قیمت ۶ر

**روح لیلیٰ:** یہ کتاب میری کوریلی کی مصنفہ ہے جسمیں ایک روحانی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے ایک شخص مردہ لڑکی کی روح کو اسکی وفات کے وقت ایسا محبوس کرلیتا ہے کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے اور وقتاً فوقتاً اُسکو زندہ لڑکی کے ذریعہ سے بہت سے کام نکالتا ہے ۱۲ر

**حکایات دلچسپ:** یہ اُن حکایات کا اُردو ترجمہ ہے جنکو ہمارے ملک کے مشہور اور علامہ ڈراما کے استاد بے نظیر شیکسپیر کے منظوم کھیلوں سے دریان انگریزی کے مشہور و معروف ادیب چارلس لیمپ نے اختصار و لطافت یار کے ساتھ نثر میں تحریر کیا ہے اور اب یہ حکایات شائقین کی ضیافت طبع کے لیے اُردو میں نہایت قابلیت کے ساتھ ترجمہ کی گئی ہیں قیمت ... ۱۲ر

**جرمن محکمہ جنگ کے اسرار:** جرمن محکمہ جنگ کے اسرار کا مجموعہ نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ... ۸ر

**جنگ جرمن و بلجیم:** ۱۹۱۴ء کی مشہور جنگ کے ہولناک کارنامے قیمت ۱۰ر

**جرمن جاسوس:** جسمیں حال کی جنگ یورپ کے متعلق جرمن جاسوسوں کی ان تھک کوششوں کے تمام و کمال حالات جو دولِ یورپ کے خلاف کی گئیں نہایت پرلطف پیرایہ میں تفصیل وار درج ہیں دو وار جسکے انکشافات کے حالات پڑھکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کتاب میں حسن و عشق کے بیچے پیچاپ بھی موجود ہیں تماشہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے صفحات ۳۰۹ قیمت ۱۲ر

**پیاری ایلین:** نہایت دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ صفحات ۲۴۴ قیمت ۱۰ر

**فرانس کا شہزادہ:** جسمیں حملۂ دوم قاہرہ۔ شاہزادی کمنڈ التادریا ر اکبر اعظم ملکہ حسن۔ ملطان واسا۔ رانی پدم کے عہد چیتور کے مفصل حالات مسلمانوں اور راجپوتوں کے رزم و بزم کے واقعات وغیرہ درج ہیں صفحات ۲۴ قیمت ۱۰ر

**عبرت فرنگ:** پرادنس وتیچو کا ترجمہ ۱۲ر

**مقدس بیوی:** قیمت ۸ر

**خریدارِ حسن:** بدکاروں کی بدکاریاں پاکبازوں کی پاکبازیاں ظالم کا ظلم غرض سچی محبت حسن و عشق کی کرشمہ سازیاں لکھنوکی بیگماتی زبان میں قیمت ۱۰ر

**بسنتی دیوی:** مسٹر بنکم چندر کے ناول کا ترجمہ مترجمہ مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی قیمت ... ۸ر

**مظلوم لڑکی:** پولیس کی سراغرسانی میر مجگال کی موت مظلوم لڑکی کی مصیبتیں قیمت ... ۴ر

**انتظام ناتمام:** ایک حسین و دلبر ایک ہولناک مقصد کے لیے تیاری حسن و عشق کی چالبازیاں قیمت ۴ر

**جمیلہ کی ناکامیابی:** بقول حسرت موہانی اس زمانہ کا بہترین ناول ہے چونکہ علیحدہ نہیں چھپا ہے اسلیے جو صاحب اس لاجواب فسانے کو پڑھنا چاہیں اُنکو رسالہ "معلومات" کی مکمل پندرہ نمبروں کی جلد خریدنا پڑے گی کہ اسمیں یہ ناول چھپا ہے ۱۲ر

**زنانِ مریدی:** ڈوگلس جرلڈ کی ظرافت آمیز تصنیف کا ترجمہ قیمت ۱۲ر

**کاری کا تیلہ:** ایک رئیس کی تباہی کا نظارہ خوفناک قبرستان میں طلسمی حکمت عملی کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں قیمت ۱۲ر

**ماولما سے قاری:** قاضی محمد سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی (علیگ) کے اخلاقی ناول سعید سعادت قاہر رعنا جو دوبارہ چھپکر قدر دانوں کے ہاتھ میں پہنچ چکے ہیں مایا ایک مجموعہ کی صورت میں چھپائے ہیں ... صفحات کی مجلد کتاب ہے جو نہایت عمدہ ولایتی کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ اور جسمیں مصنف کی ایک تصویر بھی شامل ہے۔ قیمت ...

**خلق مجسم:** شائستہ زندگی کی سچی جاگتی تصویر انسانی ہمدردی کا سبق اخلاق مجسم کی صورت قیمت ... ۴ر

**ماہ پارہ:** حسن فروشی و عشق آموزی کا آئینہ دلفریب کرشموں کا گنجینہ قیمت ۸ر

**بوالہوس:** عورتوں کی مستقل مزاجی حیا تعلیم پابندی قول اور قیافہ شناسی پر روشنی ڈالی گئی ہے حسن و عشق کی چاشنی بھی موجود ہے قیمت ... ۸ر

ملنے کا پتہ: دفتر تمدن شاہگاؤں۔ لکھنؤ

# علمی ادبی اور تاریخی کتب کا قابل قدر ذخیرہ

**[illegible]:** ایک ڈاکٹر کا مریم پر عاشق ہونا مسمریزم کے ذریعے سے قابو میں لانا قیمت ...... ۸/

**جوش خون:** ایک عصمت فروش عورت کی شوہر سے بیوفائی قیمت ... ۱۲/

**کلجگ کی کلموہی:** جس میں ہیری برٹن ایک جہاز راں نے اپنے شباب کے کارنامے لکھے ہیں جو ترکیبوں کی شرارتیں دکھلائی ہیں قیمت ...... ۸/

**ناول نادر بیان:** نہایت درد انگیز اور دلچسپ ناول ہے قیمت ۸/ مجلد ۱۲/

**الماس:** سوفیٔ ٹریسی کے ناول کنگ آف ڈائمنڈس کا اردو ترجمہ قیمت [illegible]

**آخر نقاب الٹ گیا:** پاہیڈن ہل کے ناول اتماسکنڈیٹ لاسٹ کا اردو ترجمہ ایک ایک لفظ پڑھنے کے قابل ہے [illegible]

**افسوس:** بالکل سچی سرگذشت اور زندہ [illegible] فسانہ غدر ۱۸۵۷ء کے ایک واقعہ کی [illegible] تصویر قیمت علاوہ محصول ... ۱۲/

**چاک گریبان:** ڈیلا [illegible] ایک مشہور ناول کا ترجمہ قابل دید کتاب ہے قیمت ۱۲/

**چابک سوار معشوقہ:** گھوڑدوڑ کی بدولت ایک رئیس کی تباہی قیمت ... ۹/

**بادشاہ سلامت:** لانگ [illegible] کا ترجمہ گردش روزگار کے کرشمے حسن و عشق کی تصویر صفحات ۲۹۶ قیمت ... ۱۲/

**گنجینہ منار نفسانی:** ایک بوالہوس عاشق شوہر کا دوسری عورت کے عشق میں اپنی زوجہ کے قتل کی کارستانی کے حالات قیمت ہر چہار حصہ ...... ۱۲/

**جفا و وفا:** ایک حسینہ دلنواز کی [illegible]

عاشق خفیہ فروش کی دغابازی قیمت ۸/

**عاشق شیطان:** اصلی قیمت ۱۲/ رعایتی ...... ۱۲/

**طلسمی فانوس:** انگلستان کے مشہور ناول نگار رینالڈس کے انگریزی ناول کا ترجمہ قیمت ...... ۱۲/

**بنگالی دلہن:** بنکم چندر کا سب سے بہتر دلچسپ ناول شوہر پرستی اور عورتوں میں جذبات خودداری پیدا کرنے کا نمونہ قیمت ...... ۱۲/

**پرتاب:** بنکم چندر جی کے بہترین بنگالی ناول کا ترجمہ قیمت ۱۰/

**مرنالنی:** بنکم چندر کا مشہور فسانہ بنگالی عورتوں کے جذبات شوہر پرستی کا مرقع ۸/

**ہاجرہ کی کامیابی:** [illegible] معاشرت اور [illegible] ہے [illegible]

[illegible] قیمت ... ۳/

**حور [illegible]:** غدر ۱۸۵۷ء کے ہاتھوں دو [illegible] خاندانوں کی تباہی سچے عشق و محبت کے جذبات قیمت ۱۲/

## متفرق قابل دید کتب کا ذخیرہ

**ہاکی:** کس طرح کھیلنا چاہیے اس کا [illegible] [illegible] تشریحی نوٹ اور مختلف [illegible] مع [illegible] کے [illegible] گئے ہیں [illegible]

[illegible] ایک جاپانی مدبر کی تصنیف [illegible] سے تعلق رکھتی ہے قیمت [illegible]

[illegible] انگریزی [illegible]

**باغبان:** مسٹر فرینگر صاحب کے اصول باغبانی کا ترجمہ اس سے بہتر کتاب فن باغبانی پر اردو میں نہیں ہے قیمت ۱۲/

**حقائق اسلام:** اصول اسلام کی حقیقت دلنشین کرنے کے لیے ایک قابل قدر تصنیف ہے جو بیگم صاحبہ بھوپال کی تحریک سے حال میں لکھی گئی ہے اس میں اسلامی عقائد اعمال و عبادات کو دوسرے متفرق اصول و [illegible] اسلام سے [illegible] کا مدلل بحث کی گئی ہے جس کے مطالعہ سے اسلام کی حقیقت کا پورا پورا علم ہو جاتا ہے اور اسلام کے ہر ایک مسئلہ کی علت و حقیقت ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ قیمت ... ۱۲/

**حمایت الاسلام:** اس کتاب میں عقلی دلائل سے مذہب کی ضرورت پر ایک پرزور بحث کی گئی ہے اور حتی الوسع مذہب کی فلاسفی اور عبادت کی عقلی خوبیاں ثابت کرنے میں فوق العادت کوشش کی گئی ہے غسل وضو اور نماز کے نکات موجودہ فلسفہ کے طریق پر اس خوبی سے بیان کیے ہیں کہ مصنف کے علوم جدید سے مہارت تامہ کا ثبوت دیتے ہیں ہر چند کہ یہ قابل قدر کتاب شیعی مذہب کی تصنیف ہے۔ مگر تعصب کی آلائش سے بالکل پاک و صاف ہے طرز بیان سلیس اور اردو نہایت شستہ و سلیس ہے۔ قیمت ہر دو جلد [illegible]

**[illegible]:** [illegible]

**تنقید لطیف بر خیالات [illegible]:** اس کتاب میں علیگڑھ کالج کے ایک پروفیسر مسٹر [illegible] کی کتاب اسلام و حقیقت کا نہایت ہی مدلل و مسکت جواب دیا گیا ہے اور مذہب کے تمام [illegible] دور کر دیے گئے ہیں قیمت ۲/

**ملنے کا پتہ:** دفتر رسالہ تمدن نیا گاؤں لکھنؤ

تمدن
لکھنؤ

# عربی زبان کا اثر فارسی زبان پر

ظہور اسلام سے پہلے دنیا میں مختلف قسم کی بہت سی زبانیں بولی جاتی تھیں اور ہر ایک زبان مختلف اعتبارات سے بہت سی اقسام رکھتی تھی بعض اقسام مذہبی حیثیت رکھتی تھیں جن کو علمائے مذہب اور مذہبی کتابوں میں استعمال کیا جاتا تھا اور بعض ملکی و سیاسی نوعیت رکھتی تھیں۔

ظہور اسلام کے بعد دنیا کی زبانوں پر ایک انقلاب انگیز اثر پڑا اور ترقی اسلام و فتوحات کے ساتھ ساتھ زبان کا مسئلہ بھی صاف ہوتا چلا گیا مسلمانوں نے عموماً مفتوحہ ممالک میں اپنی مذہبی و قومی زبان (عربی) کو رواج دیا اور جہاں اس کے رواج میں کچھ مشکلات پیش آئیں وہاں ملکی زبان میں عربی زبان کے الفاظ و کلمات کو داخل کر کے زبان کی ایک نئی صورت پیدا کر دی۔

عربی زبان نے اس وقت تک دوسری زبانوں پر کیا اثر ڈالا ہے اور ان کی

نوعیت کس طرح عربی زبان کے اثر سے بدل گئی ہے یہ ایک طویل بحث ہے اسوقت ہم صرف فارسی زبان پر عربی اثرات کا تذکرہ کریں گے اور اسی ضمن میں فارسی زبان کی اقسام پر بحث کرکے یہ دکھائیں گے کہ عربی بادشاہوں اور خلفائے بغداد نے فارسی اور دوسری غیر عربی زبانوں کے انسداد میں کیوں تشدد اور غلو سے کام لیا اور اب بھی بعض حکومتیں اس پر کیوں سختی سے عمل درآمد کر رہی ہیں۔

حضرت رسول اکرم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ ولادت اور دعوئے نبوت میں فارس کا بادشاہ نوشیرواں عادل تھا جیسا کہ حضرت رسول خدا صلعم فرماتے ہیں وُلِدْتُ فی زمن الملک العادل انوشیروان کسریٰ (میں بادشاہ عادل انوشیروان کسریٰ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں) زمانۂ کسریٰ یا ولادت حضرتِ سرورِ کائنات کے وقت فارس میں فارسی زبان کی چار قسمیں تھیں جن کی مناسب تشریح حسب ذیل ہے۔

(۱) باستانی زبان

اہلِ فارس کے نزدیک فارسی زبان کی اصناف میں باستانی زبان ایک متبرک اور دینی زبان خیال کی جاتی تھی جس میں مذہبی کتابیں اور احکام شرعیہ تحریر کیے جاتے تھے زردشتیوں کی مشہور مذہبی کتاب مقدس اوستا اسی زبان میں تھی جس کی نسبت زردشتیوں[1] کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ کتاب اُن کے نبی زردشت پر خدا کی جانب سے اُتری تھی یہ کتاب عرصہ تک محفوظ رہی اور اس کی متعدد شروح لکھی گئیں لیکن حوادثاتِ عالم سے اس کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا اور اب بہت کم اجزا اس کے بعض قدیم کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔

---

[1] زردشتیوں کی تعداد اب بہت کم ہو گئی ہے گذشتہ مردم شماری کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الوقت ایران اور ہندوستان وغیرہ میں صرف ۲ لاکھ کے قریب زردشتی پائے جاتے ہیں ۱۲ رفیق

کتاب اوستا تعلیمات الٰہیہ اور کلمات ربانیہ کا ایک مجموعہ تھا جو غالباً دوسری مذہبی کتابوں سے اخذ کرکے ترتیب دیا گیا تھا بعض حصے اس کے علوم فلسفہ، ہیئت، طبعیات، قوانین مدنیت، اور شرائع دینیہ سے بھی لبریز تھے محکمات، متشابہات نصوص، رموز، علم نباتات، ریاضیات، قصص اور تاریخ کے بھی کچھ حصص تھے،

زبان کے لحاظ سے یہ کتاب نہایت فصیح تھی لیکن فصاحت کے ساتھ ہی اس کا سمجھنا دشوار اور مشکل تھا اس لیے علمائے زردشت نے اس کی ایک جامع شرح ژند باستانی زبان میں اکیس جلدوں میں لکھی۔

ذیل میں ہم معلومات مزید کے خیال سے کتاب اوستا کی ایک ایسی آیت درج کرتے ہیں جو دوسری مذہبی کتابوں کے ہم معنی ہے تاکہ اوستا کی تعلیم اور باستانی زبان کا کافی اندازہ ہوسکے۔

"سروش بلیشت ہا دوخت سروشم اشیم ہو رودم درۃ تراجنم فراد وکیستم اشہ دنم اشہہ رتیم یرمیدہ یودنیود سودنیا اہمائہ دینام ویسہ یدا ہودو مزدا اشروہ"[۱]

آیت مذکور قرآن مجید کی آیت ذیل کے بالکل ہم معنی ہے۔

قل من كان عدوا لجبريل فانه نزله على قلبك باذن الله مصدقا لما بين يديه وهدى وبشرى للمؤمنين ○

اوستا کی بہت سی آیات توراۃ، انجیل اور قرآن کریم کی تعلیم سے ملتی جلتی ہیں جس سے اس امر کا اندازہ ہوتا ہے کہ احکام الٰہی کا اکثر حصہ چونکہ تمام کائنات کے لیے یکساں مفید ہوتا ہے اس لیے اوستا کے جامع نے بعض قدیم دینی کتب سے فصیح و عالی زبان میں مفید عام تعلیم الٰہی کا ترجمہ کرکے کتاب کو ترتیب دیا ہے۔

---

[۱] منقول از کتاب "شرح موز دلسینی" تالیف کیخسرو شاہ رخ کرمانی زردشتی ممبر پارلیمنٹ ایران ۱۲ رفیق

ژندکی تالیف کے بعد مزید تشریح و توضیح اور عام نفع رسانی کے خیال سے علمائے زردشت نے ایک اور کوشش کی اور ایک نہایت ضخیم شرح اوستا اور ژند کی لکھی یہ تمام کتابیں اسوقت تک فارس کے مشہور شہر اصطخر کے کتب خانہ میں محفوظ رہیں جب تک کہ فارس غیروں کے حملوں سے محفوظ رہا۔

فارس کے بادشاہ دارا یوس کے زمانہ میں اسکندر مقدونی نے ایران پر حملہ کیا اور فارس کے شہروں پر قبضہ کرکے اصطخر کے کتب خانہ کو جلادیا۔

مؤرخین یونان "کیلوطرخوس" وغیرہ کا بیان ہے کہ اسکندر جب فاتحانہ فارس کے دارالسلطنت میں داخل ہوا تو شراب کے نشہ میں تھا اسی حالت نشہ میں اُس نے حکم دیا کہ اصطخر اور اُس کے کتب خانہ کو جلادیا جائے۔

مؤرخین فارس کہتے ہیں کہ اسکندر نے کتب خانہ کو اس لیے جلادیا کہ وہ فارس والوں سے کینہ اور اُن کے مذہب سے عداوت رکھتا تھا ان ہی مؤرخین کا بیان ہے کہ اصطخر کے کتب خانہ کے جلادیے جانے کے بعد کچھ کتابیں صناعت و زراعت کی اسکندر کے ہاتھ آئیں جن کو اُس نے یونانی علماء کے سپرد کرکے انکے ترجمہ کا حکم دیا۔

غرض صورت واقعہ جو کچھ ہو مؤرخین عصر کا اسپر اتفاق ہے کہ اسکندر نے اصطخر کے کتب خانہ کو آگ کی نذر کیا اور بعد میں اپنی اس حرکت پر اُسکو بہت کچھ افسوس کرنا پڑا کیونکہ اصطخر کے کتب خانہ میں علاوہ قیمتی اور نایاب کتب کے بہت سی اور بھی نفیس اشیاء تھیں جو تقریباً سب کی سب جل کر خاک سیاہ ہوگئیں۔

باستانی زبان جیساکہ بیان کیا گیا ہے فارس کی مذہبی زبان تھی اور صرف علمائے [illegible] (موبد و موبدان) ہی اُسے استعمال کرتے تھے۔

## (۲) زبان دری

فارسی زبان کی اقسام مروجہ زمانہ کسریٰ میں سے دوسری زبان دری [illegible]

جو سرکاری یا سیاسی زبان سمجھی جاتی تھی اور جسکو بادشاہ وزرار شاہزادے اور حکام وغیرہ استعمال کرتے تھے یہ زبان کیانی بادشاہوں کے زمانہ تک رائج رہی اور اس کے بعد اس کا خاتمہ ہوگیا۔

یہ بات یہاں پر بتا دینے کی ضرورت ہے کہ فارس میں باستانی زبان کے علاوہ اور جس قدر زبانیں بولی اور استعمال کی جاتی تھیں وہ سب باستانی زبان سے نکالی گئی تھیں جو کچھ تصرف اور اضافہ کے ساتھ ملک میں رائج کی گئیں۔

بہمن بن اسفندیار کے زمانۂ حکومت میں حکمار علمار اور فضلا اس زبان کے اصول و قواعد بنانے کے لیے جمع ہوئے اور اس کو ایک ایسے طریقہ پر جمع کیا گیا کہ زبان دری اور باستانی وغیرہ میں کوئی یگانگت اور یکسانیت نہ پائی جائے بلکہ بالکل ایک دوسری زبان نظر آئے شاہی حکم سے اصول و قواعد بنائے جانے کے بعد زبان دری اہلِ قلم شعرار اور موسیقی داں لوگوں کی زبان قرار دی گئی اور اسی وقت سے یہ شاہی زبان بھی بن گئی جس میں سرکاری احکام و فرامات اور تاریخی واقعات لکھے اور ضبط کیے جانے لگے۔

زبان دری کا استعمال تقریباً ۵۰۰ برس تک رہا اور سکندر مقدونی کی فتح ایران کے بعد اس کا اثر بالکل زائل ہوگیا۔

## (۳) پہلوی زبان

اسکندر مقدونی اور اس کے جانشین ساٹھ برس تک فارس میں حکمراں رہے اس کے بعد ملک کی حکومت متعدد حکمرانوں پر منقسم ہوگئی اور فارس کی قدیم نسلوں اور خاندانوں میں غیر ملکی حکمرانوں اور مختلف قبائل و جنس کے لوگوں کی آمد سے اختلاط ہوگیا اور کلدانی، سریانی، اشوری اور یونانیوں کی یود و باش اور فارسی نسلوں سے تعلقاتِ مناکحت کے سبب فارس کی نسلیں ممتزج و مخلوط ہوکر قریب قریب یکساں

ہو گئیں اور اس امتزاج کا نتیجہ یہ نکلا کہ فارس کی زبان میں بہت سے الفاظ غیر زبانوں کے داخل ہو گئے فارس کی یہ حالت تقریباً ۵۰۰ برس تک قائم رہی ساسانی حکمرانوں کے دور حکومت میں زبان کا مسئلہ پھر اٹھایا گیا اور ایران کے ایک مشہور فاضل پہلہ نام نے فارسی کی مختلط و ممتزج حالت سے متاثر ہو کر ایک جدید مرکب زبان بنائی جو اوستا کی زبان باستانی دری اور دوسری مروجہ مختلف زبانوں سے نکالی گئی جو کچھ عرصہ تک بغیر کسی نام کے جاری رہی اور پھر واضع کے نام سے پہلوی زبان مشہور ہوئی۔

پہلوی زبان کے رواج کے بعد ساسانی بادشاہوں نے محسوس کیا کہ فارس کا ملک اس وقت دینی اور مذہبی کتب سے بالکل خالی ہے جو ایک مذہبی قوم کے لیے باعثِ ننگ و شرم ہے اور خصوصاً کتاب اوستا اور ژند کا موجود نہ ہونا اس لیے انھوں نے فارسی قوم کی مشہور دینی کتب اوستا اور ژند کی تلاش شروع کی مختلف ممالک و امصار میں لوگوں کو تلاش کے لیے روانہ کیا اور بہت سی جستجو و کوشش کے بعد اسکندر مقدونی کے ہاتھوں سے بچے ہوئے کچھ اجزار اوستا اور ژند کے ملے۔

اوستا اور ژند کے اجزار کے حصول کے بعد شاہی حکم سے ایک مجلس علمائے عصر کی بٹھائی گئی کہ وہ اوستا اور ژند کے موجودہ اجزار کی شرح لکھے چنانچہ علمار نے محنت کثیر کے بعد باستانی زبان میں اوستا اور ژند کی ایک جامع شرح لکھی جس کا نام پاژند رکھا گیا۔

پاژند کی تیاری کے بعد پھر شاہی حکم سے علمار کی ایک مجلس بٹھائی گئی کہ اوستا اور ژند کے موجودہ اجزار کی ایک شرح پہلوی زبان میں لکھی جائے۔ شاہی حکم سے یہ پہلی شرح اوستا اور ژند کی تھی جو باستانی زبان کے

سوا دوسری زبان میں لکھی گئی اس کا نام دساتیر رکھا گیا۔

ساسانی حکمرانوں کے زمانۂ حکومت میں زبان کا مسئلہ عرصہ تک چھڑا رہا اور آخر ترمیم و تبدیل کے بعد تین زبانیں رائج رہیں یعنی۔

(۱) دینی و مذہبی زبان باستانی۔

(۲) ملکی و سیاسی زبان۔

(۳) عام زبان۔

پہلوی زبان بہت جلد اُس زمانہ میں پھیل گئی تھی اور شعرا نے اُس کو خاص طور پر پسند کر کے اُس میں نظمیں اور اشعار لکھنے شروع کر دیے تھے جو باوجود عرصۂ دراز منقضی ہو جانے اور پہلوی زبان فنا ہو جانے کے اس وقت تک ایران میں پڑھے جاتے ہیں۔

ذیل میں معلومات مزید کے خیال سے پہلوی زبان کا ایک شعر درج کرتے ہیں جس سے نہ صرف پہلوی زبان کا اندازہ ہوگا بلکہ یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ موجودہ فارسی زبان ہر چند کہ عربی اثر سے مغلوب ہو کر عربی الفاظ کی محتاج ہو گئی ہے لیکن بایں ہمہ اُس میں اب بھی بہت سے الفاظ پہلوی زبان کے پائے جاتے ہیں ؎

ہُش[1] براکیہان انوشہ بزی

جہاں را بدیدار توشہ بزی

اس شعر میں پانچ لفظ پہلوی زبان کے ایسے ہیں جو فارس کی موجودہ پارسی زبان میں اب بھی بولے جاتے اور استعمال کیے جاتے ہیں یعنی۔

(۱) ہُش بہ

---

[1] شعر مذکور کا مطلب یہ ہے کہ اے بہادروں کے بہادر تیری زندگی کے ہم دعا گو ہیں تو عزت اور شوکت کے ساتھ دنیا میں زندہ رہ اور دُنیا تجھے دیکھکر خوش ہو۔ شاعر اپنے بہادر ممدوح کی تعریف کرتا ہے ۱۲ رفیق

(۲) کیہاں۔

(۳) نزی

(۴) جہاں۔

(۵) دیبالہ۔

اس سے اندازہ ہوگا کہ ہرچند موجودہ فارسی۔ الفاظِ عربی کے گراں بار سے دبی ہوئی ہے لیکن پھر بھی اُس میں بہت سے الفاظ پہلوی زبان کے پائے جاتے ہیں۔"

(۴) دیاری زبان

دیاری زبان فارس کی پہاڑی آبادی، دیہاتی قبائل اور خانہ بدوش قوموں میں بولی جاتی ہے جس کی متعدد اصطلاحات اور مختلف لہجے ہیں انقلاب ایام اور حکمرانوں کی تبدیلیوں سے اس زبان پر بہت کم اثر پڑا ہے بلکہ تقریباً جس حالت میں اور جس نوعیت سے یہ وضع ہوئی تھی بدستور اس وقت تک رائج و جاری ہے۔

مذکورۂ بالا چاروں زبانوں کے قواعد صرف و نحو، معرب و مبنی ایک ہی ہیں اور آخری تین زبانیں باستانی کی فرع کہی جاسکتی ہیں کیونکہ یہ تقریباً اُسی زبان سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ (باقی آئندہ)

آغا رفیق بلند شہری

# چاند کیوں گھٹتا اور بڑھتا ہے؟

ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ جس روز چاند نکلتا ہے بہت باریک اور خمیدہ شکل قوس نظر آتا ہے اور روزانہ بڑھتے بڑھتے چودھویں رات کو بدر کامل بن جاتا ہے اور پندرھویں رات سے پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اسی ہلالی شکل پر آکر غروب ہو جاتا ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

دانایانِ یورپ کہتے ہیں کہ چاند کا گھٹنا اور بڑھنا زمین کے چاند اور سورج کے درمیان حائل ہو جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس وقت زمین آفتاب اور ماہتاب کے درمیان آجاتی ہے تو ماہتاب پر آفتاب کی روشنی پورے طور پر نہیں پڑ سکتی بلکہ جس قدر حصہ ماہتاب کا آفتاب کے سامنے رہتا ہے آفتاب کی روشنی سے روشن نظر آتا ہے اور باقی حصہ زمین کی آڑ میں ہونے کی وجہ سے تاریک رہتا ہے اور جیوں جیوں ماہتاب آفتاب کے سامنے آتا جاتا ہے روشن ہوتا جاتا ہے۔ چودھویں رات کو ماہتاب بالکل آفتاب کے سامنے آ جاتا ہے اس وجہ سے پورا نظر آتا ہے۔ بعد ازاں جیوں جیوں زمین کی آڑ میں آتا جاتا ہے روشن حصہ گھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جس روز بالکل زمین کی آڑ میں آجاتا ہے پورا چاند نظروں سے غائب ہو جاتا ہے جس کو غروب ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ قول کہاں تک صحیح ہے۔

ہم ہمیشہ ہر ماہ کی چودھویں شب کو دیکھتے ہیں کہ صرف ایک ہی نصف کرۂ ماہتاب (جس کو ہر شخص اس کی مخصوص علامتوں سے بآسانی شناخت کر سکتا ہے) ہر مرتبہ آفتاب کی روشنی سے روشن ہوا کرتا ہے اور دوسرا نصف کرہ ہمیشہ تاریک رہتا ہے۔ آخر یہ

نصف کرہ جو زمین پر سے تاریک نظر آتا ہے درصل تاریک ہے یا روشن۔ انشاء اللہ آگے بیان ہوگا۔

زمین اور چاند کی باہمی رفتار کا یہ نتیجہ ہونا چاہیے کہ چاند ایک روز ہلال کی شکل پر طلوع ہو اور بدر کامل بن کر آہستہ آہستہ پھر ہلال ہوکر غروب ہو جائے۔ مگر تین کیفیتیں ایسی پیدا ہوتی ہیں جو زمین کے عکس کے بالکل برعکس ہیں۔ اوّل ساتویں رات کے چاند کی نصف دائرہ کی سی شکل پیدا ہونا زمین کے عکس سے ہرگز ممکن نہیں ہوسکتی کیونکہ زمین گول ہے اور جب چاند پر زمین کا عکس پڑے گا تو گول پڑے گا اور گول عکس سے خط مستقیم ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔

دسویں اور گیارھویں رات کے چاند کو ملاحظہ کیجیے اسطرح کا نظر آتا ہے (زمین، چاند)

یعنی ان تاریخوں میں چاند میں خم تاریک حصہ کی طرف پیدا ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین خمدار ہے مگر درصل زمین گول ہے۔ اس لیے یہ بھی صورت چاند کی زمین کے عکس سے نہیں پیدا ہوئی کیونکہ اگر زمین کے عکس سے پیدا ہوتی تو اس طرح (زمین) سے پیدا ہوتی یعنی چاند میں خم روشن حصہ کی طرف پیدا ہوتا۔ اور جب ایسا نہیں ہوتا تو زمین کے عکس سے نہیں ہے بلکہ کوئی دوسری وجہ ہے۔

ایک صورت اور بھی پیدا ہوتی ہے جس کو چاند گرہن کہتے ہیں اور اسکی بھی وہی وجہ ہے یعنی زمین کا عکس۔ جب گرہن اور چاند کا بڑھنا گھٹنا دونوں زمین کے عکس سے ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روزانہ چاند جو بڑھتا گھٹتا ہے یہ بھی چاند گرہن کی ایک قسم ہے جو روزانہ چاند پر ہوا کرتا ہے۔ مگر ان دونوں گرہنوں میں بہت فرق ہے۔ ساتویں رات کو نقلی گرہن یعنی بڑھتے ہوئے چاند کو دیکھیے اور اصلی گرہن کو جب کہ نصف چاند پر ہو دیکھیے (زمین، ساتویں رات کا چاند، چاند گرہن) اب دونوں وقتوں کے چاند میں جو فرق ہے صاف نظر آتا ہے حالانکہ چاند وہی ہے اور زمین وہی ہے زمین کا

عکس وہی ہے آفتاب وہی ہے تو چاند کے اندر یہ دو مختلف صورتیں کس طرح پیدا ہو گئیں۔ علاوہ اسکے ایک اور بھی صورت ملاحظہ کیجیے گیارھویں رات کے چاند کو اور اس چاند کو جب نصف سے کم چاند گرہن ہو ملاحظہ کیجیے

ان دونوں میں جو فرق ہے صاف نظر آتا ہے۔

گیارھویں رات کے چاند میں روشن حصہ کے خلاف خم پیدا ہوا ہے اور چاند گرہن میں روشن حصہ کی طرف خم پیدا ہوا ہے۔ ان دونوں دن بھی وہی زمین اور چاند وغیرہ ہیں پھر دو مختلف صورتیں پیدا ہوئیں جو دراصل ناممکن محض ہیں۔ چاند گرہن میں چاند پر اسی طریقہ سے خم پیدا ہوتا ہے جس طرح زمین کے عکس سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چاند گرہن زمین کے عکس سے پیدا ہوتا ہے اور چاند کا بڑھنا اور گھٹنا زمین کے عکس سے نہیں ممکن بلکہ اس کی کوئی دوسری وجہ ہے اور وہ یہ کہ چاند کرہ کی شکل پر اس صورت میں ہے کہ اسکا نصف حصہ آفتاب کی روشنی سے روشن ہو سکنے کی قابلیت رکھتا ہے اور دوسرا نصف کرہ اس قابل نہیں ہے۔ پس جبکہ چاند زمین سے مغرب کی طرف ہوتا ہے نصف کرۂ تاریک کا زیادہ حصہ زمین کی طرف ہوتا ہے اور بہت کم حصہ روشن زمین کی طرف رہتا ہے جو بشکل ہلال نظر آتا ہے۔ اور جیوں جیوں چاند بلند ہوتا جاتا ہے زمین کے سامنے روشن حصہ زیادہ ہوتا جاتا ہے اور جب ٹھیک زمین کے اوپر چاند آجاتا ہے تب نصف حصہ روشن اور نصف حصہ تاریک زمین پر سے نظر آتا ہے اور نصف حصہ روشن نصف روشن حصہ کی آڑ میں اور نصف تاریک حصہ تاریک حصہ کی آڑ میں ہو جاتا ہے اور جب چاند بالکل پورب کی طرف زمین کے آجاتا ہے تو کل روشن حصہ زمین کے سامنے آجاتا ہے اور کل تاریک حصہ روشن حصہ سے چھپ جاتا ہے علی ہذا القیاس پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔

اس کو اگر عملی صورت میں دیکھنا منظور ہو تو ایک گول لٹو وغیرہ کو نصف سیاہ اور نصف سفید رنگ کر اور گردش دے کر دیکھیے خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔

محمد احمد خاں

---

## غزل

جو دل کو اس نے مسلا ہے کلیجے کو بھی مل جائے — رقابت میں کہیں دونوں کی آپس میں نہ چل جائے

نگاہ شوخ سے کرتے نہیں رخنے انھیں ڈر ہے — کہیں دل سے نہ کوئی آرزو میری نکل جائے

ابھی آئے ہو تم رنگ نگاہ واپسیں دیکھو — ذرا دم لو چلے جانا مرا دم تو نکل جائے

وہ پرفن ہے کرے اغیار سے باتیں لگاوٹ کی — مجھے دیکھے وہیں تقریر کا پہلو بدل جائے

بہت خوش ہیں ذرا اظہار مطلب تو کرو ان سے — ابھی ابرو پہ بل آئے ابھی چتون بدل جائے

رسائی کے لیے ہے خاص شرط جبہ فرسائی — جسے جانا ہو کوئے یار میں سر کے بل جائے

نگاہیں شوخ کی جب برچھیاں تانے ہوئے نکلیں — صدا یہ دی نظر جسکو لڑانی ہو سنبھل جائے

حسینوں کی گلی کا رخ کیا ہے آج واعظ نے — کہیں ایسا نہو واں پاؤں حضرت کا پھسل جائے

نہیں ہم رہ سکتے صاحب چلے جانا چلے جانا — ابھی تھوڑی سی ہے شمع سحر وہ تو پگھل جائے

دل شیدا کے اس ضبط و سکوں کا ہے یقیں کسکو — ذرا بھی دیکھ لے انکو تڑپ جائے مچل جائے

دکھائیں انکو پہلے سیر گلہائے جراحت کی — کہیں پھر بات مطلب کی جو دل انکا بہل جائے

کسی دن رات کو چھپکر مرے گھر میں چلے آؤ — بہت دن سے یہ حسرت ہے جو تم چاہو نکل جائے

ترے انداز سے رفتار محشر لاگ رکھتی ہے — کہیں اس سے نہ بڑھ جائے نہ کوئی چال چل جائے

نہ ہونے پائے غمزہ و ادا میں [?] شامل حضرت ناصح — وہ سمجھے تھے یہاں انکی بھی شاید دال گل جائے

شرر فکر سخن کرلو یہ فرصت کا زمانہ ہے — زمانہ ہے تعجب کیا اگر کروٹ بدل جائے

شرر کاکوروی

# قحط الرّجال

کوئلہ، کپڑا، کاغذ، اور کُل کار آمد چیزیں۔ صنف نازک کے علاوہ۔ رفتہ رفتہ
عُنقا ہوئی جاتی ہیں! موجودہ جنگ نے سوئیوں کی پوڑیہ سے لے کر رنگ کی پوڑیہ
تک۔ یہاں بھی لِپس کی پوڑیہ شامل نہیں۔ ہر چیز کی قیمت کو المضاعف کا بھی
المضاعف کردیا ہے! وہی روز و امروز سے فردا کی نسبت رائے لگانے والے۔ جو
حتی الامکان فردائے قیامت تک کا روزنامچہ پیشگی تیار کردینے کے ہر وقت درپے
رہتے ہیں۔ ان کم ہوتی جانے والی اشیائے کار آمد کے محفوظ رکھنے اور صرف بچائے
بچانے کے قابلِ عمل طریقوں پر رات دن سرمارا کرتے ہیں! لیکن تعجب ہے۔ اور
تعجب ہی نہیں افسوس بھی ہے۔ کہ پٹرول اور تانبے سے زیادہ بیش قیمت، زیادہ
کار آمد، زیادہ صرف میں آنے والی، اور بے بہا عزیز چیز کی طرف توجہ نہیں کی جاتی
پائی جاتی ہے تو آنے والے خطرناک مستقبل کے لیے کوئی تدابیر دفعیہ اختیار نہیں کیجاتیں!
یورپ کی مرد آبادی کا قتلِ عام ایک ایسے سوشیل خطرہ کا پیش خیمہ ہے جو
ایکمرتبہ واقع ہو جانے پر مہذب دنیا کی قانونِ معاشرت و ازدواج کی بنیادوں کو
متزلزل کردے گا اور "ایک کو ایک" والے۔ اور محض بظاہر بلند نظر آنے والے
قصرِ رواج کے کنگروں کو گرادے گا! راوی کہتا ہے کہ یورپ کی آبادی مرد و عورت
میں مساوی طور پر تقسیم تھی۔ یعنی مرد اگر چھ تھے تو عورتیں بھی آدھی درجن۔ اور غالباً
"ایک کے لیے ایک" کا قانون مجبوراً اسی لحاظ سے وجود میں آگیا تھا۔ تاہم طلاق کے
زیرِ سایہ جدت پسند طبائع کو تبدیل زوج کا موقع۔ تبدیل آب و ہوا کی طرح ہر وقت
ملتا رہتا تھا! مرد آبادی کو افسوس ہے کہ موجودہ جنگ کا خیال پہلے سے مطلق نہ تھا

ورنہ ۹۵ فی صدی نوجوان "طوقِ آدم" سے اپنی گردن کو بچائے رکھتے اور اسوقت اُن کا ہر فرد یوسف شنیدہ سے زیادہ بازارِ معاشرت میں قیمت پاتا! وہ عورت جو آج سے ۵ برس پیشتر ایک متموّل لارڈ کو بھی ممنونِ نگاہ دُزدیدہ بنانے میں اغماض کرتی تھی آج نہایت خوشی کے ساتھ ایک بازیگر کو۔ گدھے کو نہیں حجّام کو۔ فخریہ طور پر اپنا چاہنے والا سمجھنے کے لیے تیار ہے۔ محض اس شرط پر کہ حجّام کو ابھی تک اپنے بالوں کی سفیدی کی حجامت نہ بنانی پڑتی ہو!

'پولیٹکل اِکنومکس' بتاتی ہے کہ جب کوئی شے حاجت و ضرورت سے زیادہ مہیّا ہو سکتی ہے تو بازار میں اُسکی قیمت گر جاتی ہے اور جب ضرورت یا حاجت رسَد سے بڑھ جاتی ہے تو وہی چیز بیش قیمت ہو جاتی ہے! یورپ سے مرد۔ اور خصوصاً جوان۔ اسقدر اُڑ گیا اور اُڑتا جاتا ہے کہ شاید آیندہ اُسکو محض بقاے نسل کے لحاظ سے۔ زیبرا یا گلدار کی طرح۔ آہنی پنجروں میں محفوظ رکھنا پڑے! راوی کا بیان ہے کہ برلِن میں عنقریب۔ لوہے اور پٹرول کی کمی کی طرح۔ شوہر کی کمی پر ایک ہلچل ہونے والی ہے:

اس میں شک نہیں کہ جرمن دماغ سائنس کے زیرِ سایہ چند جزو ہے 'قلعہ شکن توپ سے لے کر تہِ آب چلنے والی کشتی تک' ہر ایک چیز بنا سکتا ہے مگر یہ ناممکن ہے کہ بجلی اور فاسفورس کی آمیزش سے وہ اپنی الماری میں سے ایک جیتا جاگتا جوان آدمی پیدا کرسے! اگر ہر عورت نے۔ کم از کم ایک راس مرد فی عورت طلب کیا تو کیا ہوگی؟ غالباً جرمن کے بڑے بڑے چکنے سر والے سر جوڑ کر گھنٹوں غور کریں گے اور سوائے اسکے کچھ نہیں کر سکتے کہ مرد کو اپنی پوری طاقت حیوانی استعمال کرنے کے لیے مجبور کریں،' اور اس طرح ایک ایک اونٹ کے گلے میں متعدد بلیّاں باندھ دیں: یا علم الحیوانات کے لحاظ سے ایسی مدّت دریافت کریں جو قدرتی طور پر ایک عورت کے لیے مرد کی محض ایک مرتبہ کی خدمات کے بعد تنہائی کے واسطے کافی ہو۔ اور جو

مرد اس مدّت میں اُسی ایک عورت سے دوبارہ التفات کرے اُسکو تعزیراتِ جدید اور ضابطۂ معاشرت کی رو سے سزا دی جائے۔ سزا غالباً یہ ہوگی کہ وہ اپنی حیثیت وقوت سے زیادہ تعداد کو ایک خاص مدّت تک خوش رکھے اور مطمئن کرے! بہرحال اس مصیبت کے دفعیہ کی تدبیر پر نہ ابتک غور کیا گیا اور نہ قابل عمل تجاویز دنیا کے سامنے پیش کی گئیں حالانکہ "قحط الرّجال" کا خطرہ ایک ایسا معمولی خطرہ نہیں ہے۔ جو سال بھر کی خشک سالی کی طرح دوسرے سال کی عمدہ بارش کے ساتھ رفع ہوجائے۔ یہ قحط اگر پڑ گیا تو یقین مانیے لینے کے دینے پڑ جائیں گے! اس میں شک نہیں کہ مرد آبادی کی ان تھک کوشش کے بدولت نو مہینے کی مدّت میں تخم ریزی کا نتیجہ صورت پذیر ہوسکتا ہے۔ لیکن اس نوزائیدہ فصل کے بار آور یا کار بننے کے لیے اسقدر بڑی مدّت درکار ہوگی جو ۱۸ سے ۲۵ سال تک سمجھی جاسکتی ہے! ساتھ ہی ساتھ سب سے بڑا احتمال اور ناقابلِ دفعیہ امر یہ ہے کہ اس فصلِ انسانی کی کاشت پر کاشتکار کو کسی طرح یقین نہیں ہوسکتا کہ گیہوں بونے پر گیہوں ہی پیدا ہوگا! کون بتا سکتا ہے کہ آنے والی نسل میں سے کس قدر تعداد اناث ہوگی اور اس اتفاق ناگزیر سے کس طرح سرتابی کی جاسکتی ہے؟

ایشیا کے ایک زمانہ شناس فلاسفر نے قحط الرجال کا تذکرہ کرتے ہوئے مختصراً کچھ ہدایت کی ہے:۔

اگر قحط الرجال اُفتد ازیں سہ جنس کم گیری | یکم افغاں، دوم کمبوہ، سوم بدذات کشمیری
زافغاں کینہ می آید: ز کمبوہ حیلہ مے آید | ز کشمیری نمی آید بجز اندوہ و دلگیری

حکیم شیرازی کی یہ ہدایت اوّل تو اُس زمانہ کی ہدایت ہے جبکہ آدمی تو درکنار گھوڑے تک کا نسب نامہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دلدل تک پہنچایا جاتا تھا، دوسرے فی الحقیقت قحط الرّجال کا لفظ محض مبالغہ کے طور پر استعمال ہوا ہے منشا صرف

یہ ہے کہ قحط الرجال کے موقع پر بھی مذکورۂ بالا تین ذاتیں قابلِ تعلق نہیں ہیں! حکیم مرحوم
اگر قحط الرجال سے اپنی مدتِ عمر میں ایک دفعہ بھی دوچار ہوئے ہوتے تو یقینی مہتر
وچمارتک کو۔ جو مشن کے نصف صدی کے تجربے اور رائے کے لحاظ سے ہندوستان
کی صرف دو روشن خیال ذاتیں ہیں۔ روا قرار دیتے! معتبر راوی کی ذاتی رائے
ہے۔ اور رپوٹر جیسے معتبر راوی کو اپنے عینی مشاہدہ پر رائے لگانے کا پورا حق حاصل
ہے کہ برلن کی آبادیِ اُناث کی بڑی تعداد۔ بعد رفع شرر۔ دیگر جرمن مال کے
ساتھ مختلف ملکوں میں۔ ایسے ملکوں میں جہاں مرد آبادی کا قلع وقمع نہ ہوا ہو۔
"امپورٹ" کی جائے گی! ایسے ملکوں میں خوش قسمتی سے ہمارا ملک بھی ہے: اور
اسی وجہ سے تمامتر تردد پیدا ہوتا ہے!

افسوس یہ ہے کہ ہمارے جاہل ملک میں نہ تو کوئی ممتاز اخبار ابتک موجود ہے
جو اپنے اوقات وصفحات کو ایسے جوڑے لگانے میں صرف کرتا ہو اور نہ ایسا کوئی
میونسپل مجمع عقد ہے جس میں داخل ہو کر ہر پردیسی عورت ایک ٹکٹ حاصل
کرے اور یہ ٹکٹ اسکو اور کہیں نہیں تو "وائی۔ ایم۔ سی۔ اے" ہی میں کم سے کم
ایک مرد پالینے کا مستحق بنادے! خوف یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ہندی مرد ایسے
نفسی نفسی کے عالم میں "آئی بکس" کے برابر قابلِ قدر اور مشکل الحصول نہ قرار پائیں!
ہم کو اپنی خدمات کے نذر کردینے میں ایک حد تک اعتراض نہیں۔ ہمارے سرفروش
ہندوستانی فرانس کی سرزمین میں بہت کچھ ثبوت بھی دیچکے ہوں گے۔ لیکن خوف یہ
ہے کہ نیشنل کانگرس کے بعض کھولتے ہوئے دماغ سودیشی تخم کا اصراف شاید کسی
حد تک بھی پسند نہ کریں! اُن کو چھوٹتے ہی یہ خوف دامنگیر ہوگا کہ اس گوری نازک
کھال اور کالے چمڑے کے اتصال سے جو تیسری "ابلق" ہستی وجود میں آئے گی
وہ ہندوستانی سمجھی جائے گی یا اور کچھ؟ اُس کا قیام وپرورش ہندوستانی

لیل و نہار میں ہوگا یا پردیسی میں؟ اُسکا نام باپ کے نام کا تتبع کرے گا یا ماں کے؟
ہم کو اس پولیٹیکل سمع خراشی سے کچھ مطلب نہیں۔ البتہ اسقدر ہمارا ایمان ہے کہ ہندوستان
بڑا آن داتا ملک ہے، وہ خود بھوکا رہ کر دوسرے کی جوع البقر کو ٹھنڈا کرتا ہے" اور
قلمے۔ قدمے۔ سخنے۔ یا جس طرح ضرورت ہو حسب حاجت پردیسی کے کام آنا مہماں
نوازی۔ یا مسافر نوازی۔ یا مسافر پروری۔ کی شان سمجھتا ہے!!

یقین کیا جاتا ہے۔ اور اس یقین کی غالباً تردید بھی مشکل سے کی جا سکتی ہے۔
کہ اختتام جنگ کے بعد جب محصولِ جہاز کی غیر معمولی بیشی جاتی رہی، کمیشن ایجنسیاں
حشرات الارض کی طرح نکل پڑیں، اور "فینسی گڈز" کے ساتھ صنف نازک کے
نمونہ ہائے نظر فریب بھی ہندوستانی بازار میں افراط کے ساتھ پہنچ گئے تو معاملہ قطعی دگرگوں
ہو جائے گا! اشارہ۔ جسکو ہندوستان میں، اشارہ چشم و ابرو اور فرنگستان میں "گلیڈ
آئی" کہتے ہیں بھولی اور چلبلی آنکھوں سے دیا جائے گا: تھیسٹر اور بائیسکوپ کی دعوت
صنف لطیف کی طرف سے ہوگی: ناچ میں شریک رقص کی تلاش عورت کو ہوگی:
ریسٹوران، سے لے کر رنک، تک ہر جگہ لے جانے کی استدعا فرقۂ اُناث کرے گا اور
مرد کی قدر و قیمت۔ کم یابی کی وجہ سے یا ضرورت کے لحاظ سے۔ بہت بڑھ جائے گی!
پھر بھی اس میں شک نہیں کہ مشرق کے بازار میں مغرب سے کہیں زیادہ یہ جنس
کمیاب میسر آسکے گی۔ اور مشرق پر نظر ڈالیے تو سب سے زیادہ مطمئن اور خاموش
ہندوستان نظر آئے گا! "کم خرچ و بالا نشین" والے اصول کے عامل ہندوستان کی
طرف نقل مکان کرنا زیادہ پسند کریں گے!

اس میں شک نہیں کہ بدیسی جنس نازک نسبتہً زیادہ مالدار اور زیادہ چالاک
ہوگی، یہی نہیں، اُسکے خال و خد۔ رنگ کا تو کہنا ہی کیا بدرجہا نظر فریب ہونگے۔
اُس کا استعمالِ چشم و لب کہیں زیادہ گرویدہ کن ہوگا اور ہر طرح ہندوستان کی،

پردہ نشین گھر والیوں کے حقوق غصب ہونے کا احتمال ہوگا! گمان قوی ہے کہ متمول اور حرفت معور گوری چٹی اچھوتیاں ہندوستان کی غریب بے زبانوں کو محروم مطلق نہ بنا دیں اور تمام جنس ذکور پر یا اس کے کار آمد افراد پر۔ قابض ہو کر گیہوں، کپاس اور چمڑے کے ساتھ اسکو بھی نہ بھر لے جائیں! اگر ایسی ایک آدھ کھیپ بھی چلی گئی تو یقین جانیے کہ ملک الموت نے گھر دیکھ لیا! چار دیواری کی مقید آبادی کا پھر اللہ ہی مالک ہے! ہندوستان کا بے زبان طبقہ اپنے اساسۂ معاشرت و ازدواج کو اسطرح اغیار کے حوالہ کر دینا شاید کسی طرح بھی بخوشی نہ پسند کرے گا! مگر بازار معاشرت میں متلاشی مرد پر دیسی پُرفن گروہ کا مقابلہ بھی اُس سے ناممکن ہے! نتیجہ وہی ہوگا جو ایسی حالت میں ہوا کرتا ہے اور "چار باید زیستن ناچار باید زیستن" کے موافق ہندوستان کی جنس نازک کو عرصۂ دراز تک چند آشیانہ نما ڈاڑھیوں اور سکۂ سلیٹ کے مانند کھوپریوں پر اکتفا کرنا ہوگا؟ ممکن ہے کہ جوان حصہ میں سے مدوّر وچوٹی دار شکم رکھنے والے مرد بھی بچ جائیں۔ مگر ان کا عدم و وجود عملی دائرہ میں ایک ہی معنے رکھتا ہے!

اس آنے والے خطرہ کا انسداد اگر ابھی سے کیا جائے تو اُمید ہے کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت، کہنے کا موقع آیندہ نصیب ہو سکے! خدا کا فضل ہے کہ ہندوستان کا طبقۂ اُناث بہت کچھ ترقی پا گیا ہے۔ اُس میں مضمون نگار سے لے کر مصنف تک اور اڈیٹر سے لے کر شاعر تک تمام ہستیاں موجود ہیں: بلکہ اب تو اُسکی سُریلی وسیع فریب آواز پولیٹکل اسٹیج پر بھی اپنی نازک کلائیوں سے ایسا شاعرانہ ابھر مارتی ہے کہ نبایدو شاید! بفضلہ وہ اسقدر مستقل مزاج بھی ہے۔ اور غالباً یہ صفت "تریا ہٹ" کے نام سے ہمیشہ سے اس میں مانی گئی ہے۔ کہ نظر بندی کی اطاعتِ مخالف پر دیدہ دلیری کے ساتھ ترجیح دے! اس خطرہ سے کم یا زیادہ۔ جو کچھ بھی نقصان ہونے والا ہے عام

اس سے کہ وہ براہ راست پہنچے یا کسی اور طرح۔ ہندوستان کے طبقۂ بے زبان کا ہوگا،
اس لیے مناسب یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس خطرہ کے دفعیہ کی تدابیر بھی یہ ہی طبقہ
سوچے اور اپنی سمع فریب آواز اور دلکش گلو کے ذریعہ سے صدائے ناراضگی بلند کرے!
خصوصاً زنانہ رسائل کے زنانے اڈیٹر، تہذیبِ نسواں و ترقیِ نسواں کے معلّی خاتون
اسٹور کے حامی، نازک خیال مصنف خواتین، صدا بہار و جادو نگار شعریتِ مجسم
ہستیاں، اور ایسی ہی اور ممتاز و معروف بیگمیں کسی سربرآوردہ اور صاحبِ تخیل
ہم جنس فرمانروا کی سرپرستی میں سب کچھ کرسکتی ہیں! مناسب ہوگا کہ مرد آبادی کا
زن مرید حصہ مع اُن افراد کے جو آئیندہ چل کر زن غلام ہونے کی صلاحیت رکھتے
ہوں اس معاملۂ خاص میں کارکنانِ نازک اندام کا ہاتھ بٹائے: امید قوی ہے
کہ چارشف کے موحد اور برقعۂ مصری کے مداح ضرور امداد و حمایت میں کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہ کریں گے! ضرورت اس بات کی ہے کہ دقیقہ سنج دماغ جن کو فلسفۂ
معاشرت کا کافی تجربہ ہو اپنی اپنی بیش قیمت تجاویز و تعابیر سے تبادلۂ خیالات کا
موقع دیں!

ہمارے خیال میں موجودہ جنگِ غارت گر کے ختم ہوتے ہی روپے اور اسلحہ کی
کمی پر غور کرنے سے پیشتر مرد آبادی کے کارآمد افراد کی مردم شماری اس لحاظ سے
کی جائے کہ مغرب کے ہر ملک میں کون کون اپنے فارغ البالی اور صحتِ جسمانی کی بدولت
ایک سے زیادہ مروجہ عورتوں کو اپنے حلقۂ معاشرت و ازدواج میں شامل کرسکتا ہے!
اور ہر ایسے شخص کو مجبور کیا جائے وہ اپنی استعدادِ مالی و جسمانی کی آخری حد تک مجوزہ
تعداد کا کفیل بنے! اس طرح اول خوشی سے انتظام کیا جائے۔ بعدہٗ مدوبیش کو
بھی کوئی عذر نہ ہوگا! ملک کے اندرونی ذرائع کے پورے پورے استعمال کے بعد جو
تعداد پھر بھی مونسِ عشرت سے محروم رہ جائے۔ اور یقین کامل ہے کہ ایسی تعداد خود

تعداد کثیر ہوگی۔ تو بیرونی امداد کی طرف نظر دوڑائی جائے! اس عالمگیر عمل تسخیر کے جاری کرنے کے لیے ایک پوری تجربہ کار کیبنٹ اور وزیر خارجیہ کی ضرورت محسوس ہوگی! خارجی امداد۔ ہم کو محض اُس سے مطلب ہے جو ہمارے ہندوستان کے حصہ میں آئے۔ خوش اسلوبی کے ساتھ اور ٹھنڈے پیٹوں اسوقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ غیر ملک کے صنفِ نازک سے اُن کا آذوقۂ معاشرت بزور یا بہ چالاکی نہ چھینا جائے! اس کی صورت آپ کے اگر دماغ میں ہو تو آپ پیش کریں ورنہ اہل الرائے موجود ہیں اُن سے رجوع کی جائے! ہمارے خیال میں ہندوستان کا مرد ایک مغربی مرد سے کئی گنی زیادہ تعداد کو مطمئن اور خوش رکھ سکتا ہے۔ اگرچہ کفیل ایک کا بھی مشکل سے ہو سکتا ہے! اس ہندوستانی خصوصیت کو ایک سے زیادہ بیویاں روا رکھنے سے منو جیسے واضع قوانین نے بھی تسلیم کر لیا ہے!

آپ سمجھے ہندوستانی مرد کے لیے دو باتوں کا لحاظ نہایت ضروری قرار پاتا ہے۔ قوت حیوانی کے لحاظ سے وہ چشم بد دور۔ پورا حیوان ہے! اکنومک نقطۂ نظر سے وہ محض محتاج! فارغ البال بنا دیے جانے پر بالمقابلہ وہ ہر قوم سے زیادہ کار آمد اور خصوصیت کے ساتھ دیرپا ہے! بعض نباض زمانہ تو اس کو میدان معاشرت کا شہسوار سمجھتے ہیں! ان باتوں پر غور کرنے سے ایک صاحب کی رائے یہ ہوتی ہے کہ اُس سے کام لیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ کفیل نہ بنایا جائے! ایسی صورت میں۔ وہی حضرت فرماتے ہیں۔ اوقات کی باقاعدہ تقسیم سے بڑا نفع اُٹھایا جا سکتا ہے۔ ہندوستان کی چاردیواری والی آبادی کو پامال نہ کیا جائے تو عملی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس ملک میں ایک "میٹرپونیل بورڈ"۔ بالفاظ دیگر جماعتِ تعلقاتِ ازدواج۔ قائم کی جائے! یہ جماعت ہر ظاہر و پوشیدہ ذریعہ سے ایک ایک مرد کی استعداد و قابلیت کا صحیح اندازہ کرے، اور اسامیں کی اندرونی و بیرونی۔ داخلی و خارجی۔ خدمات کے لیے علیحدہ علیحدہ

مدّت مقرر کردے! ہر عورت اُس سے زیادہ ایک مرد سے کام نہ لے سکے جس کی وہ علم الحیوانات وعلم الابدان کے رو سے مستحق قرار پائے! کوئی عورت کسی مرد کے دائرۂ فیض کے انعکاس کو محدود کرنے کی مرتکب نہ ہوسکے! کوئی مرد صرف ایک عورت کے پیچھے فضول تضئیع اوقات وطاقت نہ کرنے پائے! جب تک ایک مرد کسی خاص عورت کو مستقل طور پر اپنا نہ بنائے اس سے المضاعف خدمت لی جائے! کوئی مرد کسی ایسی محبّت کو جو محض مفروضاتِ خیالی پر مبنی ہو خدمت سے کنارہ کرنے کے لیے پیش نہیں کرسکتا! ایک سال میں صرف ایک مہینہ کی رخصت رعایتی اور دس روز کی اتفاقیہ سے زیادہ کسی مرد کو جو ۲۰ سے ۳۵ برس کے اندر ہو قطعی نہ دی جائے! آفاتِ ارضی وسماوی کے موقع پر سول سرجن کا نہیں بلکہ حکیم معاشرت کا سرٹیفکیٹ پیش کیا جائے! بیماری کی رخصت اس شرط پر دی جائے کہ بیمار کو تنہا رہنا ہوگا۔ یعنی جنس لطیف کا کوئی فرد اس کے پاس تک نہیں جاسکتا! ۳۵ برس سے ۴۵ برس تک فرائض نصف رہ جائیں اور ۴۵ سے ۵۵ تک چوتھائی حصہ تک قصر کیا جائے! پنشن کسی صورت میں ۶۰ برس سے پیشتر نہ دی جائے اور پنشن کے بعد اگر ایک سے دوسرے کی طرف رغبت کا اظہار ہو تو ۵ برس کی قید بامشقت کی سزا دی جائے۔ مشقت وہی ہوگی جس سے پنشن ملی تھی!

مختصر یہ کہ ایسے یا کسی اور طرح کے قواعد بنانے اور اس آنے والے خطرہ کو سائنس کے نقطۂ نگاہ سے حل کرنے کی نہایت ضرورت ہے! "بمبوق" جیسے زمانہ شناس حضرات کے اظہارِ خیالات کی حاجت ہے! کوئی صاحب اظہارِ خیالات میں مذہبی تقدّس یا سیاسی خشکی کو دخل نہ دیں!

مجھے امید ہے کہ "قحط الرّجال" کو معمولی چیز سمجھ کر پس پشت نہ ڈالا جائے گا، یہ خطرہ۔ اگر موجودہ لیل ونہار نے طول کھینچا تو۔ ضرور پیش آئے گا اور یقینی پیش

آئے گا! کیا اچھا ہو کہ سمجھنے والے ابھی سے سمجھ لیں اور کرنے والے ابھی سے کر گذریں ورنہ آج کا کام کل پر چھوڑ دینے سے جو کچھ نتیجہ ہونا چاہیے وہ ہو گا اور ضرور ہو گا!!!

"جان بُل"

## کل سے بھی آج ہے بیمارِ محبت بیکل

کل سے بھی آج ہے بیمارِ محبت بے کل ۔۔۔ رات کٹتی ہے کسی طرح نہ آتی ہے اجل
بیقراری کا ہے اصرار کہ اب لے نہ قرار ۔۔۔ ناتوانی کا تقاضا ہے کہ کروٹ نہ بدل
ضبطِ الفت کا ہے ایما کہ نہوں تر پلکیں ۔۔۔ جوشِ رقت کا اشارہ ہے کہ بھر جائے جَل تھل
سوزِ پروانہ یہ کہتا ہے کہ مر بھی کہیں جلد ۔۔۔ شمع کہتی ہے نہیں اور غمِ ہجر میں جَل
آس کہتی ہے کہ جی وعدۂ فردا سے نہ ہار ۔۔۔ یاس کہتی ہے بس اب جسم سے اے روح نکل
عہد بد عہد کا کہتا ہے کہ رے صبر سے کام ۔۔۔ شوق کہتا ہے کہ اسوقت نہیں اسکا محل
جذب کہتا ہے کہ کھینچ انکو وہ کتنا ہی کھنچیں ۔۔۔ ضعف کہتا ہے کہ اللہ رے تیرے کس بَل
دل کا ہے قول شب آخر ہے سنبھالا لے لے ۔۔۔ درد کہتا ہے کوئی لاکھ سنبھالے نہ سنبھل
عشق لاتا ہے کوئی شکوہ زباں تک جو کبھی ۔۔۔ حُسن کہتا ہے کہ ظالم نہ بہت زہر اُگل
ایسی کچھ آگ لگی ہے کہ الٰہی توبہ ۔۔۔ دل ہے جلتا ہوا انگارہ تو سینہ منقل
جی میں آتا ہے سرِ شام ہی دیدیجیے جان ۔۔۔ صبح کرنی شبِ غم کی تو ہے اک طولِ امل
تار اشکوں کا نہیں شام سے ٹوٹا اب تک ۔۔۔ دل پہ چھائے ہیں وہی رنج والم کے بادل
ہو چکی قاصدِ ناشاد کے آنے سے بھی یاس ۔۔۔ اب تو بیمار ہے بس منتظرِ پیکِ اجل
حسرتیں روتی ہیں ارمانوں سے مِل مِل کے گلے ۔۔۔ کائناتِ دلِ عاشق میں پڑی ہے ہَل چَل
ہچکیاں نزع کی آغاز ہیں کھنچتی ہیں رگیں ۔۔۔ حل ہو کب دیکھیے یہ عقدۂ لاینحل
دیکھتا جو ہے وہ مُنھ پھیر کے کہتا ہے یہی ۔۔۔ ہو بھی جائے کہیں یہ روز کا قصہ فیصل
اُسی انداز سے بیمار بھی ہے اور نڈھال ۔۔۔ جس طرح رات مصیبت کی گئی ہے کچھ ڈھل
دیکھنے والوں سے ڈوبی ہوئی نبضوں کا ہے قول ۔۔۔ اوبچ جائے یہ شاید کہ کسی ساعت کوئی پل
جھلملاتا نہیں رہ رہ کے چراغِ سحری ۔۔۔ گُل ہوا چاہتا ہے ہستیِ عاشق کا کنول

اُس طرف صبح کا چمکا ہے فلک پر تارا
عرقِ موت ادھر ماتھے پہ آیا ہے نکل

صدق جائسی

# خوشی

دنیاوی خوشی کیا چیز ہے محض ایک معدوم چیز جسکی نسبت ہم لوگوں کی رائیں کثرت سے سنتے ہیں۔ مگر جسے ہم نے خود نہ کبھی آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سُنا۔ جو وعدے بہت کرتی ہے مگر اُنھیں پورا بہت کم۔ جو ہمیں کبھی اوپر ہی سے جھلک دکھا جاتی ہے مگر اصلی چیز تک پہنچنے کا موقع نہیں دیتی۔ اور بجائے پھل کھلانے کے محض خوشنما شگوفے دکھانے پر اکتفا کرتی ہے۔ تعاقب کیے جانے کے وقت تو ایک دیوی معلوم ہوتی ہے۔ مگر جب اُس تک پہنچ جاؤ۔ تو بادلوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ جو اسے حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ اسے خدا سمجھتے ہیں اور جنھیں وہ ملجاتی ہے وہ اُسے حقیر جانتے ہیں۔ انتظار اسکا ایلچی ہے اور نا اُمیدی اسکی سہیلی انتظار ہمارے واہمہ کو خطاب کرتا ہے اس اُمید میں کہ شاید وہ کہیں آ جائے۔ اور نا امیدی ہمارے تجربہ سے ہمکلام ہوتی ہے اس بھروسہ پر کہ وہ اسکی نصیحت پر ضرور عمل کرے گا۔ راہ تمام رسوم اور تکلفات کی رانی ہے۔ اس دنیا کے حاصل کرنے کے لیے ہمیں طرح طرح کے ناچ نچاتی ہے مگر اس کا برتاؤ ہر ایک کے ساتھ مختلف ہوتا ہے۔ ارسٹپس نے ہمارے حواس خمسہ اور دل کی خوشی کو خوشی قرار دیا ہے۔ سقراط نے عقل اور دانائی کو خوشی گردانا۔ اور ایپکیورس نے ان دونوں میں اسکا مسکن بتایا۔ ان سب کی توجہ اُس نے اپنی طرف مبذول کر لی۔ مگر خود سب سے آنکھ چُرائی اور ان پر اتنی عنایت نہ کی جتنی وہ سمجھ بیٹھے تھے۔ ان تینوں کی ناکامیابی کو دیکھکر سٹوائکس نے اس تک پہنچنے کا ایک اور طریق نکالا۔ انھوں نے خیال کیا۔ کہ شاید اسے بُرا بھلا کہنے سے وہ اس پر رُعب جما لیں اور اسکی اس عنایت پر اپنا استحقاق ظاہر کریں اور شاید اس سے دور دور رہکر اسکے دل میں اپنا خیال پیدا کر سکیں۔ مگر نہیں ان باتوں سے کچھ نہیں بنتا وہ تو مجسم دھوکا ہے۔ سراب کی طرح اسے اگر دور سے دیکھا جائے۔ تو بہت

خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ مگر پاس پہنچنے پر اصل حقیقت پر اطلاع ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر اسکے پیچھے مارے مارے اور سرگرداں پھرا جائے تو اسکا ملنا ممکنات سے ہے۔ کیونکہ اچانک اور خودبخود آجانا اسکی عادت میں داخل ہے۔ مگر جو اسکے پیچھے دوڑتے ہیں۔ ان سے وہ کنارہ کش رہتی ہے۔ اور ان کے قریب تک نہیں پھٹکتی۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ اسکے متلاشی اسے ڈھونڈھتے بھی ان جگھوں میں ہیں۔ جہاں اس نے کبھی بھول کر بھی قدم نہیں رکھا۔ انتھنی نے اسے محبت میں ڈھونڈھا۔ بروٹس نے شان و شوکت میں۔ اور سیزر نے ملک گیری میں۔ مگر بیفائدہ۔ پہلے نے اسکے بجائے بے عزتی پائی۔ دوسرے نے حقارت اور تیسرے نے کفرانِ نعمت اور ہلاکت سب کو یکساں نفع میں ملی۔ بعض لوگوں پر اسکی خودبخود نظرِ عنایت ہو جاتی ہے۔ مگر اسکی وجہ سے وہ اپنے ظلم و تعدی میں کمی نہیں کرتے۔ ان کو وہ اپنے پیالے میں شراب پلاتی ہے۔ یہانتک کہ وہ جی بھر کے پی لیں اور سرور میں آجائیں۔ مگر پھر یا تو انھیں فلپ کی طرح اپنے انسان ہونے ہی میں کلام ہوتا ہے۔ یا سکندر کیطرح وہ خود کو خدا سمجھنے لگتے ہیں۔ بعض لوگوں سے وہ بخندہ پیشانی ملتی ہے۔ مگر اس خندہ پیشانی میں بھی ہزار دھوکے پنہاں ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب اپنے چاہنے والے کے زخم دل پر اچھی طرح نمک چھڑکنا ہوتا ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے وہ باتفاق رائے ملکہ مانی جاتی ہے۔ دیگر خواہشات اسکی خواصیں ہیں جو ہر لحظہ و ہر آن اسکے حکم کی تابع ہیں۔ دوسرے اولوالعزم بادشاہوں کی طرح اس کثرت سے ہیں۔ کہ اسے انھیں کے امور کے فیصلوں سے فرصت نہیں ملتی۔ کہ وہ کسی دوسرے کی درخواست سنے۔ عشق۔ حرص۔ طلب۔ انتقام وغیرہ سب اسکے خاص دربار میں ہونے کے خواہاں ہیں مگر نہیں ان کے پاس وہ اپنے سفیر بھیجدینے پر اکتفا کرتی ہے۔ جو ان کو مدد دیدیتے ہیں۔ حرص کے پاس وہ دولت بھیجدیتی ہے۔ عشق کے پاس حسد اور طلب۔ انتقام کے پاس حسرت۔ دیکھا جائے تو یہ چیزیں کیا ہیں۔ محض ناامیدی و یاس کی دوسری صورتیں ہیں۔ رشوت اور خوشامد سے وہ کوسوں بھاگتی ہے۔ اسکے حاصل کرنے کا آسان طریق یہ ہے۔ کہ اس سے علحدہ رہا جائے۔ اور اسکے دشمنوں سے جنگ کی جائے۔ جو اسکے دشمنوں پر فتحمند ہو گیا۔ وہ دیکھے گا کہ اسکے پاس وہ خودبخود بن بلائے چلی آئے گی۔ بادشاہ اسکے حاصل کرنے کے سخت

در پے ہوتے ہیں مگر اسکی نظروں میں انکی بھی ایسی وقعت ہوتی ہے جیسی انکی رعایا کی۔ وہ ان کے ساتھ مسخراپن کرتی ہے۔ اپنا تمام سامان اور اپنے تمام درباری انکے پاس بھیجدیتی ہے۔ مگر خود نہیں جاتی۔ وہ بھیس بدل کر اکثر اپنی سہیلی قناعت سے ملنے جایا کرتی ہے۔ اور کئی کئی دن اسکے پاس بیٹھی رہتی ہے۔ سن اے زبردست اور ذیشان ملکہ۔ میں صاف صاف اور سچ سچ تیرے منھ پر کہے دیتا ہوں۔ میں نہ تو تجھے حد سے زیادہ حقیر جانتا ہوں اور نہ تیری بہت عزت ہی کرتا ہوں۔ کیونکہ تیری طاقت محض دنیاوی ہے۔ اور تیری عطائیں بس یہیں کے لیے۔ دوسرے حکمرانوں کی طرح تو بھی وقت کی ساختہ پرداختہ ہے۔ اور بغیر اپنے معاونوں اور مددگاروں کے دم بھر تجھے قیام نہیں۔ اگر ایک طرف سے قناعت اور دوسری طرف سے صحت تجھے سہارا دیتے رہیں۔ تو فوراً تو زمین پر ایک بیکار چیز کی طرح آگرے۔

رام رچھپال سنگھ شیدا دہلوی

---

## دردِ دل

نہ چھیڑ اے چارہ گر پُر درد ہے وہ داستاں میری
لرزتا ہے کلیجا لڑکھڑاتی ہے زباں میری

مری فریاد وہ فریاد ہے جو دل ہلا دے گی
اے ناداں یہ سب جمعیت خاطر بھلا دے گی

خلاف عقل ہے تو کیا کرے گا فکر جمعیت
کرے گا جسقدر کوشش بگڑتی جائے گی قسمت

کوئی تو راز حکمت ہے جو پُر حسرت بنایا ہے
مجھے تقدیر نے آئینہ عبرت بنایا ہے

سولاتا ہے اگرچہ مجھکو ذوقِ آمدہ میرا
مگر میں خوش ہوں مجھ سے خوش تو ہوتا ہے عدو میرا

لڑکپن سے مجھے تکلیف کا خوگر بنایا ہے
ازل نے بد بفطرت سے دل مضطر بنایا ہے

کرے گی گردشِ تقدیر اب کیا سرزنش مجھ کو
کیا ہے بیکسی نے گود میں خود پرورش مجھ کو

نہ سیلاب بلا تازہ نہ تازہ انقلاب آیا
لڑکپن سے مرے ہمراہ ان سب کا شباب آیا

ستم جوکوئی کرتا ہے تو میں اُلفت سمجھتا ہوں
جسے تکلیف تو کہتا ہے میں راحت سمجھتا ہوں

مری محرومی قسمت یہ برسوں زندگی ۔۔۔
مری حسرت یہ اکتفا ۔۔۔

آشفتہ لکھنوی

# عادت

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

## فرائض اور عادات

فرائض اور عادات میں بہت کچھ خلط ملط ہو گیا ہے ایک مذہب میں ایک بات فرائض کے رنگ میں مانی جاتی ہے لیکن رفتہ رفتہ وہی عادت ہو جاتی ہے اور لوگ اُسے عادتاً کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور اُسکا نام مجازاً عادت رکھتے ہیں

## (رسوم اور عادات)

اسی طرح رسوم اور عادات میں بھی خلط ملط ہوتا رہتا ہے اگرچہ رسم رسم ہی ہوتی ہے اور فرض فرض ہی لیکن اکثر کرکے یا تو وہ عادت کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور یا اُن میں اور رسوم اور فرائض میں کسی حد تک اختلاط ہو جاتا ہے یہی نقص ہے جس کی وجہ سے قانون عادات بہت کچھ خلط ملط ہو گیا ہے اور رسوم فرائض اور عادات میں تمیز کرنا خیلے مشکل۔

## (معیار صحت عادت)

عادات کی صحت کا معیار سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ
'وہ قانون فطرت سے ایک وابستگی رکھے۔
'یا اُس کے تحت ہو۔
'یا اُس سے منافی نہ ہو۔
رشوت
مر، فائدہ نہو تو مضرت بھی نہ ہو۔
علحدہ رہا جاے۔
عادت کی تمیز اور صحت ہو سکتی ہے یا بالفاظ دیگران ہی
دیکھے گا کہ اسکے پاس وہ ہو۔

باتوں کا نام قانون عادات بھی ہے بہت سی عادات ایسی ہیں کہ جن سے محض ایک
عارضی یا بالائی نقص سرزد یا متصور ہوتا ہے اور انھیں اس رنگ میں ایک عادت
سے کہا جاتا ہے لیکن فی الحقیقت کسی دوسرے پر اُن کی زد نہیں پڑتی۔

عادات دو طرح پر وجود پذیر ہوتی اور نشو و نما پاتی ہیں۔

(الف) ذاتی اجتہاد کے تحت۔

(ب) صحبت کے تحت۔

بعض عادتیں محض اپنے ہی اجتہاد کے تحت سرزد ہوتی ہیں اُن میں یا تو کچھ کچھ
شائبہ فطری بھی ہوتا ہے اور یا محض کسبی۔ ایک شخص باوجود صحیح العین ہونے کے
بھی آنکھ دبا کر دیکھتا ہے یہ فطرتی کمزوری اور فطرتی تعلیم نہیں ہے بلکہ ایک انسان کی
ایک اپنی حرکت یا روش کا اثر اگرچہ [illegible] میں [illegible] مگر پھر بھی ایک
کچھ عادت ضرور ہے یہ عادت بعض وقت یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ ایسے لوگوں
کی اولاد بھی اس سے خالی نہیں [illegible] عادت ہو جاتی ہے۔

صحبت کے تحت انسان بہت سی عادات کا اکتساب کرتا ہے اگرچہ بعض اوقات
انسان کو پتہ نہیں لگتا کہ فلاں عادت کس صحبت کا اثر ہے لیکن وہ کسی نہ
کسی صحبت کا اثر ہوتا ہے صحبت کا اثر کبھی کبھی ایک دیر کے بعد اور رفتہ رفتہ ہوتا
ہے دماغ اور دل تو چپکے چپکے قبول کرتا رہتا ہے لیکن قوت حاسہ کے احساس
میں یہ دیر آتا ہے۔ بد صحبت سے صرف اس واسطے ہی منع نہیں کیا جاتا کہ اس سے فوراً ہی
کوئی اثر ہو سکتا ہے بلکہ اس واسطے بھی کہ صحبت کا [illegible] اثر اس سے بھی زیادہ تر مہلک
اور مُضر ہوتا ہے اور اسی طرح اچھی صحبت [illegible] ہے۔ بعض [illegible]
میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جن کی [illegible]
کس طرح اور کہاں سے ہوا اور اُن کو

(دوم) عادات خصوصاً اُن عادات کا شروع جو عموماً کسبی ہوں دو طرح سے ہوتا ہے۔

(الف) ظاہراً۔

(ب) تدریجاً یا خفیۃً

یا تو ہم فوراً ہی ایک عادت اختیار کر لیتے ہیں لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اور یا تدریجاً خفیۃً اور رفتہ رفتہ ایک عادت ہم میں ہو کر نشو و نما پاتی ہے یہ صورت اکثر ہے اور اسی کی وجہ سے عادت کی تعبیر بنام عادت کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ بنتے بنتے بنتی اور نشو و نما پاتی ہے اور اُس کا متواتر دور جاری رہتا ہے۔ درحقیقت عادت وہی ہے جو تدریجاً اور رفتہ رفتہ ہمارے دل و دماغ پر موثر ہوتی اور غالب آتی ہے اور ہم اس دیرینہ عمل سے اُسکے ترک پر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ افیون کھانا ایک عادت ہے بڑے افیونیوں کا شروع اس عادت کے متعلق محض معمولی حالت میں ہوتا ہے کوئی شخص محض نزلہ اور نہ کام کی خاطر شروع شروع میں اُسے کھاتا ہے اور بعض لوگ محض لطف غبارہ کی وجہ سے لیکن رفتہ رفتہ یہ ماشوں تک بڑھ جاتی ہے اور پھر اسکا ترک مشکل ہو جاتا ہے۔

بڑے سے بڑا چور اور ڈاکو شروع ہی میں بڑی بڑی چوریاں نہیں کرتا اور نہ ڈاکے مارتا ہے یہ نوبت تو رفتہ رفتہ ہی آتی ہے بہت سی چوریاں صرف ایک پیسہ، بیضہ، قلم وغیرہ سے شروع ہوتی ہیں اور پھر بتدریج صدہا اور ہزاروں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

شروع شروع میں نوخیز اور الھڑ لڑکے لڑکیاں اپنے ماں باپ بھائیوں سے رشوت کوئی قیمت [illegible] رفتہ رفتہ اُن کی زبانیں بھی اسقدر اس گندگی سے علٰحدہ رہا جائے [illegible] دیکھے گا کہ اسکے پاس وہ دولت آ رہی ہے تو اُس وقت ازالہ عادت سخت [illegible] نشو و نما پاتی ہیں

ہر ملک اور ہر قوم میں اس قسم کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں اور اُن سے سوچا جاسکتا ہے کہ کس کثرت سے لوگ چھوٹی باتوں سے بڑی باتوں تک اور چھوٹی اچھائیوں اور چھوٹی بُرائیوں سے بڑی اچھائیوں اور بڑی بُرائیوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ بعض وقت ہم ایک عادت محض شوقیہ اختیار کرتے ہیں یا محض تفریحی رنگ میں لیکن رفتہ رفتہ وہی بات اس درجہ تک عادت کا رنگ اختیار کرتی ہے کہ اُس کا چھوٹنا اور ترک مشکل ہو جاتا ہے اور ہم خود حیران ہوتے ہیں کہ یہ عادت کیونکر لگی اور اب اس سے چھٹکارا کیونکر ہو۔

کہ عشق آساں نمود اول ولے اُفتاد مشکلہا

صدہا نہیں ہزاروں جانیں اور متعدد لطیف اور حسین ہستیاں جو کسی اور رنگ میں پوری پوری شہرت اور درجۂ کمال پا سکتی تھیں شروع شروع کی نمائشی۔ شوقیہ اور تفریحی عادات کے نرغہ میں گھر کر مختلف مایوسیوں۔ ادبارات اور مشکلات کا منظر بن رہی ہیں۔

غم تنگ نشستہ در دلِ من　　غم خانۂ من فضا ندارد

ایسی روح میں ایسے دل و دماغ ایسی غلطیوں کے اسقدر بے رحمی سے شکار ہوتے ہیں کہ کوئی طریق رہائی اور ذریعۂ علاج اُن کے ہاتھ میں نہیں رہتا ہاں ایک ندامت اور مایوسی ہی کبھی کبھی اُن کی غمگسار ہوتی ہے لیکن وہ بھی بعض دفعہ ایک یاس کے ساتھ جواب دے جاتی ہے۔

ز عشق نا شناد دشمن چہ پُرسی　　مرا منصور ساں ہم گشت و ہم سوخت

(سوم) عادات کا قیام۔ اگر انسان منہ نہ دھوئے ہاتھ پاؤں صاف نہ کرے تو رفتہ رفتہ میل بیٹھ جاتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات اُسکے جزو جلد ہونے کا بھی گمان گزرتا ہے اور جب ہم کسی وقت اُسے صاف کرتے ہیں تو پپڑیاں ہو ہوکر علحدہ اُترتی ہے۔

یہی کیفیت [illegible]

ہوتی ہے کہ ایک عادی کے نزدیک وہ ایک جزو فطرت معلوم ہونے لگتی ہے اور اُسکے ترک کی بمشکل نوبت آتی ہے ہر حُسن اور ہر قبیح کے معلوم کرنے کے واسطے ایک حِس ہوتی ہے یا ایک حِس کی ضرورت ہے رفتہ رفتہ حِس یا تو نہیں ہوتی ہے اور یا مدہم اور کُند۔ جب ایک بُری عادت اور بُرے اخلاق کے ہم شکار اور موجود ہوتے ہیں تو ہماری حِس میں ایک قسم کی بے حسی آتی جاتی ہے اور ہم اُس کا ازالہ نہیں کرسکتے یا اُسکے ازالہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

مذہب والوں نے توبہ اور حکمائے اخلاق نے ندامت اور تربیت کا صیغہ اسی واسطے کھولا ہے اور اس پر اسی غرض سے زور دیا ہے کہ کوئی بُری عادت گھر نہ کرنے پائے اور کسی اچھی عادت کے واسطے مداومت کی بھی اسی غرض سے تاکید کی گئی ہے عبادت کی مداومت پر اسی واسطے زور دیا گیا ہے کہ انسان اُس کا عادی ہوجائے۔

(چہارم) دونوں قسم کی عادتیں یا ہر نیک اور بد عادت کے قیام اور ازالہ کے واسطے مختلف تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں، نیک صحبت اور بد صحبت کی بحث بھی اسی غرض کے خیال سے چھڑتی ہے۔ اگر کوئی نیک عادت قیام پذیر ہوسکتی ہے تو کوئی بُری عادت دور بھی ہوسکتی ہے اگرچہ بہ نسبت قیام عادت کے ازالۂ عادت مشکلات رکھتا ہے مگر پھر بھی اس کا وجود بے ضرور اور بعض لوگ کیا اکثر اسمیں کامیاب بھی ہوجاتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو باب توبہ بند ہونا چاہئے اور دور تربیت و باب اخلاق مسدود اُس صورت میں نہ تو مذاہب کی ضرورت ہے اور نہ کسی فلسفہ اور خصوصاً فلسفۂ اخلاق کی کیونکہ جب انسان کا دل بدل ہی نہیں سکتا اور انسان کوئی نیک بات اختیار ہی نہیں کرسکتا اور کوئی بُری بات چھوٹ ہی نہیں سکتی تو پھر ان اسباب اور ان مساعی کوئی قیمت نہیں رکھتی ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ جب حِس مار دی جاتی علیحدہ رہا جائے دیکھے گا کہ اسکے پاس نہیں ہے تو اُس وقت ازالہ عادت مشکل ہوجاتا ہے اور اس مرحلہ پر

یہ کہا گیا ہے۔

العادة لا یرد الا بالموت

اور اس کیفیت کا تمام مذہب میں ضلالت رکھا گیا ہے اور اس کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ ایک حد تک دور نہیں ہو سکتی۔ یا اُس کا دور ہونا ایک حد تک مشکل ہے۔

(پنجم) جب یہ نوبت پہنچ جاتی ہے تو عادت طبیعت ثانی کا رنگ پکڑ لیتی ہے یعنی ایک کسبی بات یا ایک کسبی کیفیت طبیعت کے ساتھ اسقدر مناسبت پیدا کر لیتی ہے کہ اوروں کو تو کیا خود اپنے تئیں بھی اُس میں اور طبیعت میں کوئی فرق معلوم نہیں دیتا ایسا کب ہوتا ہے جب حس بڑھتے بڑھتے اسقدر تیز ہو جائے کہ کسی کسبی کیفیت کو بالکل طبیعت کے رنگ میں رنگ دے اور یا حس اسقدر کم ہو جائے کہ کسی بُری عادت کا احساس بھی نہ رہے۔ گویا ایک عادی کو اُسکا علم ہی نہ ہو سکے۔

باوجود اسکے کہ ایک ایسی کیفیت اُسکی ذات میں موجود ہوتی ہے اور وہ ہر روز اُسکا مرتکب بھی ہوتا ہے۔ ایک گندہ دہن صبح سے لے کر شام تک ہزاروں گالیاں نکالتا ہے نہ صرف دوسروں ہی کو بلکہ اپنے عیال و اطفال اور خود کو بھی لیکن وہ اسقدر حس نہیں رکھتا کہ دن اور رات کے کسی حصّہ اور کسی جزو میں بھی اس بُرائی اور اس گند کا احساس کر سکے اس موقع پر کہا جاتا ہے کہ اس شخص کو ہو گیا ہے۔ بعض اوقات یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ بعض لوگ اُسے معذور سمجھنے میں معذور ہوتے ہیں۔

(ششم) آثار کیا ہیں۔ جو سماں ہمارے ارد گرد پایا جاتا ہے اُسکی چند چند اقسام ہیں مثلاً

(۱) آثار کلامی یا آثار اقوالی۔

(۲) آثار افعالی یا آثار اعمالی۔

(۳) آثار متکلمہ۔

(۴) آثار داخلی۔

(۵) آثار خارجی

(۶) آثار بیرونی۔

انسان ایسے یا اسی قسم کے اور آثار میں سے گذرتا اور ان میں رہ کر زندگی بسر کرتا ہے اور اُن کا کم و بیش اُس کی زندگی پر اثر ہوتا ہے کبھی اچھائی کی صورت میں اور کبھی بُرائی کی صورت میں کبھی محبت کی صورت میں اور کبھی بغض اور نفرت کے پیرایہ میں ان آثار کی تعبیر ذرات سے کیجیے جس طرح مختلف ذرات سے اجسام ترتیب اور ترکیب پاتے ہیں اسی طرح ان سے عادات اور اخلاق بھی ترکیب پاتے ہیں اگر کوئی غور کرتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا رہے گا کہ مختلف اردگرد کے آثار رفتہ رفتہ کیا کچھ مختلف صورتیں اور کیفیات اختیار کرتے ہیں اور بعد کو اُن کی کس کس رنگ میں تعبیر کیجاتی ہے

ایک بالکل کورے دل و دماغ کو جو ہمیشہ ایک تہ خانہ میں ہی رہا ہو دو چار ہفتہ باہر نکلنے کی اجازت دو اُسے کوئی راہ نہ دکھاؤ وہ خود ہی جائے اور خود ہی آئے دو چار ہفتوں ہی میں اُسکے دماغ میں مختلف خیالات متموج ہونے لگیں گے اوروں کو کیا ضرور خود اُسے بھی معلوم نہ ہوگا کہ جدید خیالات کس وقت اور کہاں کہاں سے اُسے ملے ہیں اور دل و دماغ نے کیونکر اور کب اُن کا اقتباس کیا ہے۔

(ہفتم) ان آثار میں سے بہت لطیف آثار بالکل بے معلوم ہوتے ہیں جس طرح بعض امراض کے جرم ظاہر میں نمایاں نہیں ہوتے اور عارض ہونے پر سخت تکلیف کا باعث ہوتے ہیں اسی طرح ایسے آثار بھی ہوتے ہیں۔ انسان کی طبیعت میں انجذاب اور تمسک کی قوت مودعہ ہے۔ انسان کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ اُسکی طبیعت نادانستہ بھی اُن کا اکتساب اور اقتباس کر لیتی ہے۔

(ہشتم) عادات اور اخلاق میں اوّل تو کوئی فرق نہیں عادات اخلاق ہیں اور اخلاق عادات۔ اور اگر ہے بھی تو بہت ہی ہلکا اور مجوب ان دونوں میں بشرطیکہ ہم ان میں کوئی تمیز کر سکیں ایک اس قسم کی وابستگی ہے کہ اُن کی تفریق ذرا مشکل سے ہو سکتی ہے۔

ہاں یہ ضرور فرق ہے کہ اخلاق فاضلہ کی وابستگی زیادہ تر فطرت سعید سے ہوتی ہے اور در اصل وہ ہوتے ہی فطرت سعید ہیں اور اخلاق سیہ فطرت سعید سے کوئی نسبت نہیں رکھتے اس صورت میں گویا اخلاق بھی فطرت ہیں اور عادات تحت اکتساب۔

(نہم) بعض اوقات عادت کسبی اخلاق پر مؤثر اور محتوی ہوتی ہے اور اخلاق کو اپنے رنگ میں رنگ لیتی ہے اگرچہ نیک فطرت کچھ اور چاہتی ہے لیکن ایسی کسبی عادت فطرت کا زور یا رنگ کمزور کر کے اُسپر خود غالب آجاتی ہے اور اخلاق کی قیمت بہت کچھ گھٹ جاتی ہے دیکھتے نہیں ہو کہ

ایک پڑھا لکھا آدمی بعض مایوسیوں کا شکار ہو کر خودکشی کر لیتا ہے اور اُسپر ایک یہ بزدلی کی بُری عادت کس طرح غالب آجاتی ہے۔ خودکُشی ہمیشہ کسی نہ کسی بُری عادت کے تحت ہی سرزد ہوتی ہے بُزدلی بھی ایک عادت ہی ہے جو رفتہ رفتہ طبیعت میں اسقدر محکم اور پیوستہ ہو جاتی ہے کہ اُسکی تحریک سے انسان اکثر کمزوریوں کا شکار ہو جاتا ہے ضرورت ہمیشہ انسان کو گھیرتی ہے اور ایک حد تک مجبور بھی کرتی ہے لیکن بعض لوگ مثلاً بعض ملازم رشوت لینے لگ جاتے ہیں اور بعض لوگ چوری اور بددیانتی پر تُل جاتے ہیں اگر ضرورت کا احساس اُنھیں ایک عادت کے رنگ میں مجبور نہ کرتا تو وہ ایسا نہ کرتے چونکہ ایسے لوگ عادتاً ضروریات کا مقابلہ کرنے کی طاقت اور سکت نہیں رکھتے اسواسطے اُنھیں ایسی کمزوریوں میں

گرفتار ہونا پڑتا ہے۔

عادت انسان کے دل و دماغ کو یا تو زور آور بنا دیتی ہے اور یا کمزور کر دیتی ہے جس طرح ہر مفید دوائی زور بخشتی ہے اور ہر مضر دوائی کمزور کرتی ہے ہر نیک عادت انسان کو مضبوط بناتی ہے اور ہر بُری عادت کمزور نیک عادت سے ہم اپنے اندر ایک حوصلہ پاتے ہیں اور بُری عادت سے ہمارا حوصلہ پست ہو جاتا ہے کیونکہ دونوں کی خاصیت جداگانہ ہوتی ہے

(دہم) العادت لا یرد الا بالموت ایک پُرانہ مقولہ اور تقریباً ہر زبان میں اس قسم کے اقوال یا اس قسم کی ضرب الامثال پائی جاتی ہیں۔ بمصداق

سو سیانیاں اکومت

انسانی فطرت نے ہر گوشہ دنیا میں بہت سے فیصلے ایک ہی رنگ میں کیے ہیں اور سب کا اقتاد ایک ہی پیرایہ اور ایک ہی غرض رکھتی ہے۔ یہ ضرب المثل بحث طلب ہے اس میں کہنے والے نے یہ کہا ہے کہ

کوئی عادت اُس وقت تک ازالہ پذیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ عادی مر نہ جائے

اگر اس ضرب المثل کا مفہوم درست اور صحیح ہے تو پھر اصلاح اور تبلیغ یا نصیحت اور تعلیم اور تربیت کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی کیونکہ جب جلب عادات محال ہے اور سوائے اسکے کہ ایک شخص جان سے ہی نہ جائے وہ عادت دور ہو ہی نہیں سکتی تو پھر ان تدارکات کی کیا ضرورت ہے۔

دوسرے الفاظ میں جب انسان غلطی کی درستی نہیں کر سکتا اور گناہ سے اُسکی جان محفوظ نہیں رہ سکتی یا وہ اس کا کوئی تدارک نہیں کر سکتا تو پھر کسی توبہ کسی ندامت اور کسی زہد و ریاضت کی کیا ضرورت ہے ہر ایک قسم کی تربیت اور تعلیم فضول ہی نہیں بلکہ محض فضول ہے اس ضرب المثل کی بحث یا تاویل اور تعبیر کے پہلے ہم یہ دکھاتے

ہیں کہ انسانی کائنات کی کیفیت اس بارہ میں عملی رنگ میں کیسی ہے اور اس سے کیا کچھ ثابت ہوتا یا نکلتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ

انسان کے دل و دماغ پر تربیت اور تعلیم اثر پذیر ہوتی ہے اور بہت سے انسان رفتہ رفتہ اپنی بُری عادات سے متنفر ہوکر نیک عادات کے پابند ہو جاتے ہیں اور بعض کی تو کایا ہی پلٹ جاتی ہے اس قسم کی انسانی کائنات میں ایک نہیں صدہا نظیریں بآسانی مل سکتی ہیں بڑی بڑی اور سخت متمرد روحیں مثاہیر مذاہب اور فلاسفروں کے دائرۂ اثر میں آکر بالکل سیدھی ہوگئیں بہت سی روحیں خود بخود ہی جادۂ مستقیم پر آگئیں خدا نے انسانوں میں صحائف سماوی اسی غرض سے نازل کیے کہ لوگ اپنی نامطبوع عادات سے ہٹ کر محمود عادات کے پابند ہو جائیں اور اُن کی مدد سے لوگ متاثر بھی ہوئے۔

اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ بہت سے لوگ مدتوں نیک رہ کر بُری عادات کا شکار ہوگئے اُن کا رنگ ایسا بدلا کہ گویا کوئی رنگ ہی نہ تھا۔

کیا یہ دونوں کیفیات ہمیں اس مرحلہ پر نہیں لے جاتی ہیں کہ عادتیں بدلتی رہتی ہیں یا یہ کہ اُن کا خود انسان کی اپنی زندگی میں ہی دوسرا رُخ اختیار کرنا قرین قیاس ہی نہیں ہے بلکہ مختلف نظیروں سے بھی ثابت ہے۔

اگرچہ ہم اس کایا پلٹ کے واسطے ایک عرصہ اور ایک مدت کی قیدیں کیوں نہ لگادیں ایسا ہونا ضرور ہے ہر غور کرنے والا اپنے ارد گرد چند ایسی نظیریں آسانی کے ساتھ پا سکتا ہے کسی اور دائرہ میں جاکر تلاش کی ضرورت نہیں ہے خود انسان اپنے اندر رہی بعض عادات کے مقابلہ میں اس کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔

ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ

انسان بعض وقت بعض عادات اُس وقت چھوڑتا ہے جب کہ اُس میں کسی عادت کے عمل میں لانے کی طاقت اور سکت باقی نہیں رہتی۔

اسکو عادت کا چھوڑنا نہیں کہیں گے بلکہ یہ کہ جس زمانہ پر ایسی عادت جو پذیر ہوتی تھی وہی باقی نہیں رہا۔

آن قدح بشکست وآن ساقی نہ ماند

بیشک ایسا بھی ہوتا ہے لیکن اسپر بھی اُن نظائر سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو بطریق دیگر موجود ہیں۔

بہ نسبت اس دوسری قسم کی نظیروں کے پہلی قسم کی نظیریں اس کثرت سے ہیں کہ ان کی قیمت کا اندازہ النادر و المعدوم رہ جاتا ہے۔

انسان تو انسان انسان جانوروں کو اپنے رنگ میں بذریعہ ایک نرالی تربیت کے سدھا لیتا ہے جب تربیت اور تعلیم موثر ہے تو پھر یہ کہنا کہ عادات سوائے موت کے اصلاح پذیر نہیں ہو سکتیں میری رائے میں صحیح نہیں۔

ضرب المثل زیر بحث کی مندرجۂ ذیل تعبیرات ہو سکتی ہیں:۔

(الف) عادت سوائے مرنے کے دور نہیں ہوتی۔

(ب) عادت مرکر دور ہوتی ہے۔

(ج) عادت کی اصلاح مرکر ہوتی ہے۔

(د) عادت دور تو مرکر ہی ہوتی ہے لیکن اُسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ان چاروں صورتوں میں فرق ہے بصورت (الف) یہ مطلب ہوگا کہ عادت سوائے مرنے کے دور نہیں ہو سکتی جس کی بابت اوپر کی بحث کی گئی ہے۔

بصورت (ب) یہ مطلب ہوگا کہ وہ عادت جو ایک دفعہ طبیعت میں بیٹھ چکی ہے یا طبیعت ثانی ہوگئی ہے مرکر یعنی بڑی مشکل سے دور ہو سکتی ہے اس تعبیر کی

صورت میں موت سے مراد تکلیف ہوگی جیسے کہ کہا گیا ہے موتوا قبل ان تموتوا۔

دیکھو اس فقرہ میں موت سے مراد اُن عوارض کا اپنی ذات پر وارد کرنا ہے جو ایک واقعی موت سے عائد ہو سکتے ہیں اس فقرہ میں کہا گیا ہے کہ مرنے سے پہلے مرجاؤ یعنی اپنی خواہشات اور اپنی نفسانیتوں کی اس حد تک اصلاح کرو کہ گویا تم مرہی چکے ہو۔ اسی طرح اس ضرب المثل میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ

کوئی سی عادت بھی اُس وقت تک دور نہیں ہو سکتی جب تک اُسکو ترک کرتے ہوئے انسان چند تکالیف کا نشانہ نہ بنے یعنی تکلیف اُٹھاکر ہی عادت دور ہو سکتی ہے۔

بصورت (ج) یہ کہ عادت کی اصلاح مرکر ہی ہوتی ہے یعنی خود کو ایک مصیبت اور تکلیف میں ڈال کر۔

بصورت (د) یہ کہا گیا ہے کہ جب تک کوئی عادت بہ تردّد اور بہ تکلیف شاقہ چھوڑی نہ جائے تب تک وہ چھوٹ نہیں سکتی ہاں بتدریج اور بحکمت اُسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ہماری رائے میں سادہ یہ تعبیر ہوگی کہ

ہر عادت اُسی صورت میں ترک ہو سکتی ہے جب کہ انسان کسی نہ کسی تکلیف میں پڑے۔ یہاں موت سے مراد تردّد، سختی اور تکلیف ہے نہ کہ اصلی موت اگر اصلی موت ہو تو اُس صورت میں کُل تربیتی اور اصلاحی سلسلے شکستہ ہو جاتے ہیں۔

## اطلاق عادت

لفظ عادت دونوں قسم کی عادت نیک اور بد پر اطلاق پاتا ہے اور دونوں قسم کی عادتوں کے چھوڑنے پر تکلیف ہوتی ہے اگر ایک زاہد عادت زہد چھوڑے تو اُسکے دل پر بھی ایک صدمہ ہوگا لیکن یہ کہا جائے گا کہ بمقابلہ عادات نیک کے عادات بد کا چھوڑنا زیادہ دوبھر معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہر نیک عادت کسی نہ کسی حد تک

مشروط ہوتی ہے اور اس میں لاأبالیانہ آزادی نہیں ہوتی لیکن ہر بُری عادت ایک بڑی حد تک غیر مشروط اور غیر مقید اور آزاد ہوتی ہے۔ انسان ایسی عادت کے چھوڑنے میں بہ نسبت عادات حسنہ کے ترک کے خود کو ایک مزید تکلیف میں پاتا ہے۔

کسی فطری و مذہبی قانون اور کسی سیاسی یا سوشل قانون کی پابندی ہمیشہ ایک تقید اور ایک پابندی رکھتی ہے لیکن ایسے قوانین سے آزاد ہوجانا موجبِ تکلیف نہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں انسان اپنے خیالات کے تمرد اور بیجا و بے جا روش کی ایک آزادانہ حالت میں اپنے نزدیک کوئی سزا اور جزا نہیں دیکھتا اور نہ اُسپر کسی قسم کی ذمہ داری اور جوابدہی عاید ہوتی ہے۔

## قانون معتادات

قانون معتادات نہ صرف انسانوں ہی میں پایا جاتا ہے بلکہ دوسری مخلوق اور دوسری ہستیاں بھی اس کی محتاج یا اس کی گرویدہ ہیں اگر ہم دوسری ہستیوں اور دوسری مخلوقات کا جائزہ لیں گے تو ہمیں پتہ مل جائے گا کہ اُن کی ابھی کچھ نہ کچھ عادات ہوتی ہیں صرف فرق یہ نکلے گا کہ اُن کی تمام عادات فطری رنگ رکھتی ہیں اور اگر کوئی عادت اُن کی قانون فطرت سے مغائر اور باہر ہوتی ہے تو اُسکی وجہ عارضی اور بیرونی ہوتی ہے اور ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے یہ صرف ایک انسان ہی ہے۔

جو اپنی ذات میں بہت سی بناوٹی اور مفروضہ یا کسبی عادتیں بھی رکھتا ہے اسکی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ چونکہ اُسکا سلسلہ تمدن مقابلتاً بہت کچھ وسعت اور جامعیت رکھتا ہے اس واسطے اُسے اکتسابی ضروریات بھی پوری کرنی پڑتی ہیں انسان کے تمدن۔ تہذیب ہی کی نہیں بلکہ مذہب اور معاد کی بنیاد بھی عادات پر رکھی گئی ہے تمدن کیا ہے چند عادات اور چند شعائر کا مجموعہ تہذیب کیا ہے چند عادتوں کا ایک

مسلّمہ دستور العمل۔ مذہب کیا ہے وہ بھی چند روحانی عادات اور معادی روشوں کا ایک مجموعہ ہے۔ اگر ایک تمدّنی تہذیبی۔ سیاسی قانون چند عادات کا لوگوں کو پابند بناتا ہے تو مذہب بھی اپنے رنگ میں چند عادات ہی کی تعلیم دیتا ہے۔

خدا نے ہمیں فطرت ہی اس قسم کی دی ہے جو معادی اور معاشرتی دونوں رنگوں میں ہمیں فطرتاً چند شعائر اور چند عادات کا مقید اور خوگر بناتی ہے اور اُسکے ساتھ ہی ہم اُسی کی روشنی میں اپنی ذہنی طاقتوں کے تحت اکتسابی یا بناوٹی عادات کا بھی ایک زائد مجموعہ بنا لیتے ہیں جس طرح ہمیں جھونپڑیاں۔ گھر گاؤں۔ قصبات۔ اور شہر بنا کر رہنا پڑتا ہے اسی طرح ہم چند زائد عادتوں کی بھی بنیاد ڈال لیتے ہیں اُن میں سے بعض عادات فطرت کی حامی یا فطرت کا عکس ہوتی ہیں اور بعض فطرت سے مغائر اور متبائن۔

جب تک ہماری فطرتی اور اکتسابی عادات اور جذبات صحیح پہلو نہ رکھیں اُس وقت تک ہم اور ہمارا تمدّن۔ تہذیب سیاسیات اور معادیات بر حسبۂ کمل قابلِ تعریف اور مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔

## تنازع للبقاء

قانون مقودات کی دفعات میں سے ایک دفعہ تنازع للبقاء کی بھی ہے یہ گویا راس الدفعات ہے اور راس العادات جو شخصیت جو قوم اس سے معرا اور بے بہرہ ہے وہ بہ نقطۂ خیال قانون مقودات کوئی قیمت اور کوئی خوبی نہیں رکھتی۔

تنازع للبقاء کیا ہے خود کو بہ حیثیت ایک شخصیت ایک قومیت کے اُن امور اور اُن موانعات سے بچانا اور محفوظ رکھنا جو اُسکے دعاوی تمدنیہ کے خلاف عمل پذیر ہوں دوسرے الفاظ میں ہر شخصیت اور ہر قوم اور قومیت کا اس کائنات میں ایک خودداری سے رہنا اور زندگی بسر کرنا اور اپنی عزت اور احترام کا بہ پہلوے خودداری قائم اور

زندہ رکھتا تنازع للبقا، یا زندگی کی ایک صحیح روش یا ایک صحیح مسلک ہے۔

خویش را چوں از خودی محکم کنی — تو اگر خواہی جہاں برہم کنی
گر فنا خواہی ز خود آزاد شو — گر بقا خواہی ز خود آباد شو
چیست مردن از خودی غافل شدن — تو چہ پنداری فراقِ جان و تن
از خودی اندیش مردِ کار تو — مردِ حق شو حاملِ اسرار تو
زندگانی را بقا از مدعاست — کاروانش را درا از مدعاست

(حضرت اقبال)

## گل و بلبل

سلطان احمد

چمن سے نکالی ہوئی بلبلِ ناشاد، مدت کے بعد فراقِ گل میں، ایک صبح جب کہ بادِ نسیم کے مشک بیز جھونکے دماغوں کو معطر کر رہے تھے، باغ میں داخل ہوئی۔

لیکن صیاد کے خوف سے چمن کی شاداب ٹہنیوں کے آغوش میں چھپی ہوئی لالۂ چمن کے داغ پر دو آنسو ٹپکاتی ہوئی، اور شاخ صنوبر و برگ نرگس سے گلے ملتی ہوئی جب گلوں کے قریب پہنچی تو چمن کا ہر تختہ آتشکدہ بنا ہوا پایا، اور ہر آتشکدہ میں پارہائے آتشین نظر آنے لگے۔

پہلے تو بیقرار بلبل کو طلوعِ آفتاب کا دھوکا ہوا پھر خیال کیا کہ آہ جس صیاد نے مجھے یہاں سے نکالا تھا، آج اُس ظالم نے اس چمن میں بھی آگ لگادی۔

گھبرا کر اوڑی اور چاہا کہ ان جلتے ہوئے گلوں کے ساتھ خود بھی جل جائے لیکن جوں ہی ایک شاخِ گل پر بیٹھی تو معلوم ہوا کہ یہ تو شبابِ گل کی سُرخی تھی جو آگ کی شکل میں نمایاں، اور طلوعِ آفتاب کا دھوکا دے رہی تھی۔

(حافظ) امام الدین (اکبرآبادی)

# خودکشی

(سلسلے کے لیے اگست نمبر ملاحظہ ہو)

جب حمرا واپس آئی اس حال میں کہ پانی برتن سے اُس کے بلوریں شانہ پہ چھلک رہا تھا اور اُسکی نازک سکر کا بل ہلکے ملوس میں صرف ایک مچ کی سی جنبش ہوکر نمایاں تھا، تو سلمٰے بستر پر خشک و کشادہ آنکھیں لیے بیٹھی تھی۔ دیکھتے ہی حمرا سمجھ گئی کہ اُسکی قسمت کا فیصلہ ہوچکا ہے اور اس خیال سے اُسکی رفتار میں وہی شوخی، وہی وحشت پیدا ہوگئی جو تھوڑے زمانہ سے مفقود تھی۔

"پیاری سلمٰے کیا تم راضی ہو اور وعدہ کروگی؟" سلمٰے نے جواب دیا "کیا تم اُن کھجوروں کے جھنڈ میں اکثر ملتی ہو؟"

حمرا (متحیر ہوکر) "کیوں؟ ہاں جب کبھی ممکن ہوتا ہے۔ آج رات کو چاندنی نہوگی اور میں جانے والی تھی، لیکن تم کیوں پوچھتی ہو؟"

سلمٰے بولی "اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمھیں بچا لوں اور شیخ کو اپنی صورت دکھا دوں تو آج کی رات مجھے جانے کی اجازت دو۔"

حمرا نے کہا "اے سلمٰے تم خوب جانتی ہو کہ اگر وہ ایک بار تمھیں دیکھ لے گا تو پھر میری طرف متوجہ بھی نہیں ہوگا، میری پرواہ بھی نہیں کرے گا۔"

سلمٰے مسکرائی اور بولی کہ "میں بھی اسی طرح جاؤں گی جس طرح تم جایا کرتی ہو، کون جانے گا کہ تم نہیں ہو۔ بہرحال میری شرط یہی ہے کل تمھاری جگہ شیخ کے پاس جاؤنگی اور آج رات کو جعفر کے پاس۔"

حمرا متحیر تھی اور اُس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ کیا بات ہے۔ بمشکل سے وہاں الفاظ کا

یقین کر سکی اور گھبرا کر پوچھنے لگی کہ "سلمے ایسا تم کیوں چاہتی ہو؟" سلمے نے جواب دیا کہ "میں شیخ کے پاس بجائے تمھارے اس لیے جاؤں گی کہ مجھے تم سے محبت ہے اور جعفر کے پاس اس لیے کہ مجھے اُس سے محبت ہے۔" اُس کی آنکھوں میں تبسم تھا لیکن اس کے لب خشک تھے اور چہرہ زرد۔ حمرا نے اُسے دیکھا اور اپنے دونوں ہات سینہ پر رکھکر ہانپنے لگی۔ حیرت، احسان مندی، بے اعتباری اور رشک کے جذبات ایک دوسرے سے ملے ہوئے اُسکے سینہ میں موجزن تھے اور حمرا کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ وہ کیا کہے اور کیا کرے۔ آخر کار اُس نے پوچھا "کیا تمھیں بھی جعفر سے محبت ہے؟ پھر کیوں نہیں تم اُسے اپنا کر لیتیں۔ تمھاری ایک نگاہ اور بس پھر ہمیشہ کے لیے وہ تمھارا ہے۔"

سلمے بولی:۔ "نہیں وہ تمھارا ہو چکا ہے اور میں اُس کو تم سے نہیں چھین سکتی"۔

حمرا نے کہا "اچھا تو سچ بتاؤ کیا تم شیخ سے شادی کر کے مجھے بچا لوگی؟"۔ "ہاں"

اُسی دن۔ دوسرے وقت خیمہ ریشمی کپڑوں اور ارغوانی رنگ کے قالینوں سے آراستہ تھا۔ کافی کی پیالیاں فرش پر رکھی ہوئی تھیں جہاں شیخ ابراہیم بیٹھا ہوا تھا۔ ایک متین و خاموش آدمی جس کی آنکھوں سے رحم تو ضرور ٹپکتا تھا لیکن شباب کی گرمی اُن میں موجود نہ تھی۔ اُسکے سامنے اُسکا میزبان و خیمہ کا مالک اور دونوں لڑکیوں کا باپ بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے قبل حمرا اس مسئلہ کا ذکر اپنے باپ سے کر چکی تھی اور وہ راضی ہو گیا تھا۔

دونوں لڑکیاں خیمہ کے ایک کونہ میں بیٹھی ہوئی تھیں اور پردہ کے پیچھے خاموشی سے طلبی یا رونمائی کا انتظار کر رہی تھیں۔ آخر کار انھوں نے شیخ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ "اگر سلمے، حمرا سے زیادہ حسین ہے تو کوئی ہرج نہیں مجھے دکھاؤ"

یہ سُنتے ہی سلمے اُٹھی اور پردہ کے باہر آگئی۔ اُس کی قمیص کی بڑی بڑی آستینوں سے اُس کے گول بازو چمک رہے تھے، اور اُسکا بے نقاب حسین چہرہ زمین کی طرف جھکا ہوا تھا۔ جس وقت اُس نے اپنی آنکھیں اُٹھائیں وہ آنکھیں جو معصوم ترین محبت سے

بسر تھیں اور جن میں جذبۂ ایثار کی چمک آفتاب کی طرح روشن اور شراب کی طرح نشہ بخش نظر آتی تھی، تو شیخ تمرار کے ساتھ اپنی گرویدگی کو بھول گیا اور اپنا داہنا ہات اُس کی طرف بڑھا کر بولا "کیا تم میرے ساتھ چلنے کے لیے آمادہ ہو؟"

"ہاں، آپ کی کنیز آمادہ ہے" سلمےٰ نے جواب دیا۔

شیخ نے کہا کہ "اے سلمےٰ چار بہترین اونٹ آج رات کو تیرے خیمہ کے پاس نظر آئیں گے" اور یہ کہتے ہوے اُس نے قہوہ کی ایک پیالی لبریز کرکے سلمےٰ کی طرف بڑھائی۔ سلمےٰ اُس پیالی کو اپنے نازک لبوں تک لے گئی لیکن فوراً ہٹا کر بولی "کیا یہ ممکن ہے کہ آپ آج شب کو مجھے یہیں چھوڑ جائیں اور کل لے جائیں" شیخ ہنسا اور اُس نوجوان ملتجی چہرہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ "ہر چند میرا دل تو نہیں چاہتا کہ تمھیں یہاں چھوڑ جاؤں، لیکن تمھاری خواہش کو رد بھی نہیں کر سکتا۔ خیر کل ہی سہی" اب سلمےٰ نے وہ پیالی ختم کردی اور اس طرح اپنے تئیں ہمیشہ کے لیے شیخ کا پابند بنا لیا۔

اُس رات چاندنی نہ تھی۔ صحرا تاریک تھا اور پُرسکون، لیکن لاکھوں ستارے اس تاریک سکون کے اندر جگمگا رہے تھے۔ سلمےٰ آہستہ اپنے خیمہ سے باہر آئی اور اُس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اس وقت اُسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ساری کائنات اُس کے سینہ کے ساتھ ساتھ دھڑک رہی ہے اور دنیا کی ہر چیز اُسکے اضطراب کو سُن رہی ہے۔ وہ ایسا محسوس کرتی تھی گویا آسمان، آسمان کے تارے، زمین، زمین کا ہر ہر ذرہ، دریاے نیل اور اُسکی ہر ہر موج اُس سے کہہ رہی ہے کہ جعفر فلاں جگہ تیرا انتظار کر رہا ہے۔ اس وقت وہ کیسی مسرور تھی۔ آج اُس کو معلوم ہوا کہ زندگی کسے کہتے ہیں۔ مگر وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ اسکی حیات کی صرف یہی ایک رات ہے اور طلوع صبح کے ساتھ حیات بھی ختم ہوجائیگی۔ یہ رات اُسکے زندگی کی پہلی اور آخری رات تھی۔ لیکن کیسی پیاری رات تھی۔ صحرا کا سکون اُسکے لیے اسوقت اک شیریں نغمہ تھا اور نیل کی ہر ہر موج اک دلکش [illegible]۔ ہوا

اس کے لہرئیں لینے والے بالوں سے کھیل رہی تھی اور ریگستان کے ذرّے اسکی ہنساہیں گدگدی سی پیدا کر رہے تھے۔ وہ مست تھی، وہ اپنے اندر ایسا ولولہ پاتی تھی جو اس سے قبل کبھی اسکے دل میں پیدا نہیں ہوا۔ اس کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے بازوؤں پر لگ گئے ہیں اور وہ اُڑی چلی جا رہی ہے۔ یقیناً وہ اس ریگستان کی پری تھی اور اُڑی چلی جا رہی تھی جب کہ اُسکے سامنے کھجوروں کا جھنڈ نمودار ہوا۔ اسکے ایک طرف دریائے نیل بہ رہا تھا اور دوسری طرف وسیع ریگستان بچھا ہوا تھا وہ دریا کو اُسکے ساحل کو، ساحل کی چٹانوں کو اس وقت نہایت حریص ہو کر دیکھ رہی تھی اور چاہتی تھی کہ میں اس منظر کو آج کی رات اس طرح دیکھ لوں کہ کل اسکی دلکشی باقی نہ رہے اس وقت حیات سیماب کی طرح اُسکے ہر ہر رگ میں دوڑتی پھر رہی تھی کیونکہ وہ سمجھتی تھی جو کچھ کرنا ہے اسی ایک رات میں کرنا ہے اور جو کچھ دیکھنا ہے اسی وقت دیکھ لینا ہے۔ وہ خوب جانتی تھی کہ دریا تو دوسرے دن بھی اور ہمیشہ یوں ہی بہتا رہے گا لیکن اس کو کیا۔ یہ آسمان و زمین کے مناظر آج کے بعد بھی شاید ایسے ہی تازہ و شگفتہ رہیں گے اُس کا کوئی حصّہ ان لذتوں میں نہ ہوگا۔ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں داخل ہوئی اور سیدھی اس درخت کے پاس پہنچی جس کا پتہ حمراؤ نے دیا تھا۔ وہاں جعفر بیٹھا ہوا تھا۔ سلمٰے کے قدم دفعتہً رُک گئے جیسے کسی نے تھام لیے ہوں اُس کا دل دھڑکنے لگا اور اس وقت مشکل سے سانس لے سکتی تھی لیکن جعفر نے اس کو دیکھ لیا، مضطربانہ بڑھا اور دیکھتے ہی متحیرانہ لہجہ میں بولا "اے حمراؤ آج تو تم غضب کی حسین نظر آتی ہو۔ کیا بات ہے" اور یہ کہتے ہوئے اُس نے اپنے بازو پھیلا دیئے اور اپنی آغوش میں کھینچ کر اسکا منھ چومنے لگا۔ لیکن سلمٰے پر عجیب کیفیت طاری تھی زندگی کا گلاب جو اکثر نفوس کے لیے ایک ایک پنکھڑی کر کے آہستہ آہستہ کھلتا ہے، سلمٰے کے لیے دفعتہً ایک ہی لمحہ میں پورا کھل کر رہ گیا اور اپنی مست خوشبو سے سلمٰے کو

بے خود بنادیا۔ وہ ایک لمحہ جب جعفر کے ہونٹوں نے سلمیٰ کے ہونٹوں کو مس کیا۔ کسے خبر ہے کہ سلمیٰ کے لئے دقیقہ کتنی طویل مسرتوں کا اختصار تھا جب اُس نے بے اختیارانہ جعفر کے گلے میں اپنی باہیں ڈالدیں تو اُسکو معلوم ہوا کہ "حیات تو صرف اسکا نام ہے اور یہی تو میں حمراء کو دیتی ہوں"

جب دونوں محبت کے اس جذبۂ اولیں سے فارغ ہو کر بیٹھے تو سلمیٰ نے پوچھا "کیا واقعی آج میں زیادہ حسین نظر آتی ہوں؟" جعفر نے جواب دیا "بہت زیادہ میں نے کبھی تمہاری طرف سے اپنے اندر ایسا جوش محبت نہیں پایا جیسا آج پاتا ہوں" "تو کیا تم ہمیشہ مجھے اسی نگاہ سے دیکھو گے خواہ حمراء بعد کو کیسی ہی نظر آئے۔ دیکھو ہمیشہ اس رات کی یاد کا احترام کرنا اور اس امر کا خیال کہ تم نے مجھ سے کیسا اظہار محبت کیا ہے"۔ جعفر نے پھر اسکو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے کہا کہ "پیاری حمراء میں کبھی اس رات کو نہیں بھول سکتا خواہ تم کچھ ہی نہ ہو جاؤ" سلمیٰ اسوقت اپنی بہن حمراء کی مسرتوں کا اندازہ کرنے میں اسقدر منہمک تھی کہ اُسکو شیخ کا بھی خیال نہ رہا۔ اسی طرح رات گذرتی گئی اور جب طلوع آفتاب کو صرف تین گھنٹے باقی رہ گئے تو سلمیٰ مضمحل و افسردہ قدموں کے ساتھ اپنے خیمہ کی طرف واپس چلی۔ اُس کی قوت تمام صرف ہو چکی تھی اور حیات حقیقی معنے میں اُس سے جدا ہو چکی تھی۔ وہ خیمہ میں دبے پاؤں داخل ہوئی اور اپنی بہن کے پاس پہنچی جو بستر پر بیقرارانہ کروٹیں لے رہی تھی۔ اپنی بہن کی گردن میں ایک بیش بہا ہار ڈالتے ہوئے کہا کہ "مبارک ہو جعفر کا یہ تحفہ حمراء کے لیے"

دوسرے دن جب غروب آفتاب کی آخری شعاع نیل کی لہروں سے رخصت ہو رہی تھی۔ شیخ ابراہیم اپنی نئی دلہن سلمیٰ کی طرف بڑھا اور نشہ پر اُسکے سامنے بیٹھی تھی جھکا اور پوچھنے لگا "میری محبوبہ کیا سوچ رہی ہے؟"

سلمیٰ نے اسکے جواب میں دریائے نیل کی طرف منھ کر کے جہاں کی ہوا اب بھی کچھ کچھ آ رہی تھی اک مضمحل لہجہ میں مگر مسکراتے ہوئے کہا کہ "اے میرے آقا کچھ نہیں آپ کی کنیز سوائے آپ کی محبت و مسرت کے اور کیا خیال دل میں لا سکتی ہے؟"

نیاز فتح پوری

# توبہ کا خون ہوگیا ساقی کے ہاتھ سے

۱۔ بادہ و ساغر کے متواتر پیام کسی کی نشیلی آنکھوں نے مجھے پہنچائے ہیں، کہ ہمارے پُر کرنے سے پہلے کہیں تیرا پیمانۂ عمر لبریز نہ ہو جائے۔

۲۔ ساحل چمن کا پُرخلوت سکون، دور سے آنے والی بانسری کی دلدوز آواز نے مجھے بارہا سمجھایا ہے کہ نورانی راتوں میں آفتاب و ماہتاب کو غنیمت سمجھ۔ لیلیٰ شب کا سنہرا جھومر اکثر چمکے گا لیکن تجھے نہ پا سکے گا۔

۳۔ وہ مٹی جسکو کمہار لادے ہوئے جا رہے تھے جاتے جاتے مجھے اشارہ کر گئی ہے،

یک کوزۂ مے بگیر تا نوش کنی

زاں پیش کہ کوزہ ہا کنند از گلِ تو

۴۔ اس جہان خراب کی خراب حالی بارہا کہہ چکی ہے، کہ اگر مجھ سے شکوہ چاہتا ہے تو مجھسا رہ جا۔

۵۔ وہ تفکرات جو میرے تدبر سے شکست نہیں پا سکتے۔ کہا کرتے ہیں کہ ہم پر فتح پانے کی یہی ایک ترکیب ہے کہ زورقِ بادہ کو کشتیِ نوح سمجھ۔

۶۔ تمہارے فردوس کی یاد جب دل میں آ جاتی ہے، تو سری نگر کی وادیاں اور وہاں کی ارضی حوریں کہتی ہیں کہ اُدھار سے نقد ہمیشہ بہتر ہوتا ہے خواہ کم ہی ہو۔

۷۔ جوانی کی اُمنگیں، موسمِ بہار کی گُل کاریاں، کوکو ذ پیہے کا پی کہاں، جگنو کی جگمگاہٹ بارش کا مسلسل تقاطر، مور کی کوک، چھوٹی چھوٹی چڑیوں کا ملار، یہ سب چیزیں کہا کرتی ہیں

مے نوش بہارِ زندگانی ایں ست

۸۔ مرغزاروں کا خوش آیند سبزہ ہزار بار کہہ چکا ہے کہ جو کچھ پینا پلانا ہے پی پلا لے، وہ وقت بہت قریب ہے کہ تیری خاک بھی بہار کا پیام بھیجے۔

۹- وہ خاک جو اُڑ اُڑ کر ہر آیندہ و روندہ پر نثار ہوا کرتی ہے، کہتی رہتی ہے، غنیمت شمار عمر، اس فلک تہی کاسہ کی غفلت پر بھروسا اچھا نہیں "جام سفال کا حق ادا کر" قبل اسکے کہ اسکی معمولی گردش تجھکو میری طرح دوسروں کا بلاگرداں کرے۔

۱۰- ناکامیاں جو صرف میری ہی ملک ہیں خواہ کہیں بھی ہوں، مجھ پر ہنسا کرتی ہیں۔ العجب اس نامراد کو غم خوری ہی سہل معلوم ہوتی ہے حالانکہ مے خوری نہایت سہل ہے،

۱۱- عمر کا وہ حصہ جو یا تو خود پرستیوں اور جہل اُمیدوں میں بسر ہوتا ہے یا بیہودہ بحث و نیت کی ناپاک فکر میں کہا کرتا ہے کہ ایسی عمر و زندگی یا تو سو کر بسر کر دے یا پھر مست و خراب ہی رہنا بہتر ہے، تمہیں کہو اب کیونکر انکار کیا جائے۔

لیکن نہیں، ابھی تک تو یہ التوا رہے، مَیں ان تمام باتوں کو ان سُنی کر دوں گا، اپنے ہم مشرب دوست (نیلز) سے کہدوں گا، کہ یار ٹال جاؤ،

مگر یہ تو کہو"

مَیں ایک ناطورہ عابد فریب کے انتظار میں چشم براہ ہوں، گوش بر آواز ہوں، دل یاس و اُمید کے جھگڑے میں پھنسا ہوا ہے،

یکایک آنکھوں کے سامنے ایک تبسم نور جلوہ افروز ہوا۔ کانوں میں چھم چھم کی آوازیں آئیں، دل نے گواہی دی کہ یہ تو سرکار ہیں، مَیں اس فکر میں ہوں نذر میں کیا پیش کروں ایک دل ہے تو یہ ان ہی کا ہے، جان ہے سو اُنھیں کی دی ہوئی ہے اودھر کچھ تبسم ہے کچھ مصنوعی غصہ کہ تم بہت ستاتے ہو، اب ہم کبھی نہ آئیں گے جانے کا تقاضا ہے، افشاء راز کا خوف ہے چھوٹی میز پر قریب ہی سامنے چند گلابیاں رکھی ہوئی تھیں،

دیکھ کر کسی قدر تعجب خیز مسرت کے ساتھ (آپ ہیں حضرت) کہکر اُٹھا لی گئی ہیں اشارہ ہے کہ تو، نیں منتیں کر رہا ہوں، کہ مجھے تو معاف ہی کرو، مَیں امام صاحب کے

ہاتھ پہ توبہ کرچکا ہوں) اس پر قہقہہ تضحیک کے ساتھ ہی گردن میں ہاتھ ڈال دیے گئے، پذیرائی خواہ منتوں کے ساتھ کہا جارہا ہے (ہمارا ہی لہو پیے)
اب جو الفاظ انکار و عذر میں نکل رہے ہیں، وہ اقرار و آمادگی کے ترجمان ہیں،

تری جھوٹی ساقی پیے ہی بنے گی
کہ توبہ سے توبہ کیے ہی بنے گی

اچھا فرنگی محل اور دیوبند و بریلی میں کہلا بھیجو، متاع زہد ساقی کے قدموں پر نثار ہوگئی۔ ع توبہ کا خون ہوگیا ساقی کے ہاتھ سے
ماہ وش ساقی، اپنی جوانی و حسن کا صدقہ، کم از کم اتنی تو پلادے کہ جب تیرا خرابا تی تیرے نازک قدموں کی خاک ہو جائے۔ اور کسی صاحب دل کا اس پر گذر ہو تو وہ میری مشت خاک کی بو ہی سے مخمور و سرشار۔
حور وش ساقی۔ ساقی کوثر کا صدقہ، رحمت بندہ نوازی نہ چھوڑے گی، معبود کی طاعت سے بے نیاز ہے، اپنی طاعت کو دست بلوریں کے صرف ایک جام پر بیچتا ہوں، خرید لے:

آباد خرابات ز مے خوردن ماست
خون دو ہزار توبہ در گردن ماست
گر من نہ کنم گناہ .... رحمت چہ کند
آرائش رحمت از گنہ کردن ماست

سید ظفر احسن علوی (ناظم دائرۃ الادب دہلی)

---

خط و کتابت کے لیے نمبر خریداری کا ضرور حوالہ دیجیے۔

# تلاشِ عیش

(بسلسلۂ ماہ اگست ۱۹۱۶ء)

بلقیس:۔ یہ نیا فلسفہ ہے اگر یہ ہی طرزِ عمل اختیار کیا جائے تو کمزور کی زندگی کا ہے کو ہو۔

مولوی صاحب:۔ نیا فلسفہ نہیں بہت پرانا فلسفہ ہے۔ کمزور کی زندگی غلام بن کر ہو سکتی ہے۔ دوسری صورت اس کے جینے کی کوئی ہے ہی نہیں۔ کمزور اگر جینا چاہتا ہے تو طاقتور سے رحم کی درخواست کرے۔

بلقیس:۔ اگر غلامی اسے پسند نہیں ہے اور رحم کے واسطے ہاتھ جوڑنا کوئی گوارا نہیں کرتا تو پھر

مولوی صاحب:۔ تو پھر لڑے مارے یا مرے۔

بلقیس:۔ یہ تو ایک عام بات آپ نے کہی اس خاص صورت میں اس اصول کا عملدرآمد کیونکر ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب:۔ اس خاص صورت میں بھی اسی اصول کو برتنا ہوگا یا تو مقابلہ کے واسطے تیار ہو یا سپر ڈال دو۔ عورت کمزور ہے یعنی مقابلہ کی طاقت اسے نہیں ہے اس لیے غلامی اختیار کرے یعنی مرد کی مرضی اس کے عمل کے لیے قانون ہو۔

بلقیس:۔ جیسا آپ سمجھتے ہیں عورت اتنی کمزور نہیں ہے کہ بالکل غلام ہو جائے۔

مولوی صاحب:۔ بہت خوشی کی بات ہے کہ [illegible] کمزور نہیں ہے پس مقابلہ کرے۔ لیکن میں تو نہیں دیکھتا کہ اس میں مقابلہ کی ہمت یا لیاقت ہے۔ کیونکہ تمام رواج

و قانون اس کی آزادی کے خلاف ہیں ان کے بدلنے کی کوشش اس نے نہیں کی۔

بلقیس:۔ اچھا میں آپ کا مطلب اب سمجھی۔ بیشک آپ سچ کہتے ہیں۔

حسینہ کی ماں:۔ تم سمجھ گئی ہو گی۔ میری تو سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ نگوڑی عورت مرد کا کیونکر مقابلہ کرے گی۔

بلقیس:۔ خالہ جان تو چچا جان یہ بھی تو کہتے ہیں کہ پھر ہاتھ جوڑے اور جو مرد کی مرضی ہو اس پر چلے۔

حسینہ کی ماں:۔ ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔

حسینہ:۔ ٹھیک ہو یا نہ ٹھیک ہو میں مرنے کو اس غلامی سے بہتر سمجھتی ہوں۔

مولوی صاحب:۔ ایک تم ہو جو ایسا کہتی ہو۔ کوئی اور عورت بھی تمہاری ہم رائے ہے۔

حسینہ:۔ مجھے اوروں سے نہیں مطلب مجھ سے غلامی نہیں ہو سکتی۔ مجھے اس خیال سے تکلیف ہوتی ہے اس وقت تک میرے دل میں یہ خیال آیا ہی نہ تھا کہ ہم لوگوں کی حالت غلامی کی ہے۔

آپ کی باتوں سے معلوم ہو گیا کہ ہم لوگ بالکل غلام ہیں۔ اب جن کو غلام بننے میں لطف آتا ہے اُن کو تو میں نہیں کہتی اپنے متعلق میں کہتی ہوں کہ میں آزاد رہوں گی چاہے اس میں جو کچھ ہو۔ اپنی جان و مال اس آزادی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔

مولوی صاحب:۔ تم اپنی کوشش میں یقیناً ناکامیاب ہو گی۔ کیونکہ کوئی ایک شخص کسی پہاڑ کو اپنے گھونسے سے گرانا چاہے یا صدمہ پہنچانا چاہے تو اسی کے ہاتھ کو ضرر پہنچے گا پہاڑ کو مطلق اثر نہ ہو گا۔ صدیوں کے رواج اور قانون ایک

فرد کی کوشش سے ٹوٹ نہیں سکتے خود اس فرد کی زندگی کو برباد کردیں گے۔ اس کوشش میں تمھیں پر لعن طعن ہوں گے۔ محفلوں میں انگلیاں اٹھیں گی۔ کوئی دقیقہ بدنامی کا اُٹھا نہ رہے گا۔

حسینہ: جو کچھ ہو۔ تو آپ کیا چاہتے ہیں اس سے میں ڈر جاؤں اس پہاڑ کو اور مضبوط کردوں۔ میرا ایک کا سر ٹوٹ جائے گا لوگوں کو خیال تو ہوگا۔ شاید میرے سر کے ٹوٹنے سے لوگوں کو پہاڑ کے کاٹنے کا خیال ہوجائے۔

مولوی صاحب: اگر ایسے خیالات تمھارے دل میں ہیں اور ہمت ان پر عمل کرنے کی بھی ہے تو تم قابلِ تعریف اور مستحق آزادی کی ہو۔

بلقیس: بغور حسینہ کے چہرہ کو دیکھ رہی تھی اور تعجب کرتی تھی کہ حسینہ جو ایک کھلنڈری اور عیش پسند لڑکی تھی یکایک اس درجہ باہمت کیونکر ہوگئی اور تکالیف کے مقابلہ کے واسطے کیونکر تیار ہوگئی۔ اُس کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی مصیبت سے ڈرنے والی نہیں ہے۔ بلقیس کے دل میں یہ خیال آیا کہ حسینہ پڑھی لکھی بہت کم ہے اس کو مدد کی ضرورت ہے۔ میرا پڑھنا لکھنا کس کام آئے گا اگر اس اہم کام میں مَیں نے اس کی مدد نہ کی۔ مجھ سے وہ بہت اچھی ہے کہ اس نے ایک کام تو اپنے ذمہ لیا۔ اور اُس کو پورا کرنے کی جرأت کی۔ ہماری تعلیم محض ایک جھول اور نمائش کی چیز ہے۔ جب تعلیم انسان میں اعلےٰ حوصلے نہ پیدا کرے اور ان حوصلوں کو پورا کرنے کی ہمت نہ پیدا کرے تو اس تعلیم سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر ایک عالم باطل پرستی کرے تو وہ جاہل سے بدتر ہے۔ ان خیالات سے متاثر ہوکر اس نے کہا "بہن حسینہ۔ جو کچھ تم کروگی مَیں تمھارے ساتھ ہوں"

حسینہ کی ماں: تم لڑکیاں خدا جانے کیا کروگی۔ میرا سر پھرا جاتا ہے خاک کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہتی ہو اور کیا کروگی۔ اب نئی نئی باتیں ہوتی ہیں۔

پہاڑ کاٹے جائیں گے۔ سمندر پاٹے جائیں گے۔ خدا جانے کیا کیا ہوگا۔
بیوی میں کچھ نہیں جانتی (حسینہ سے مخاطب ہوکر) تمھارے باپ جو مجھ سے کہیں گے تو میں کہوں گی کہ تم خود اس سے جاکے کہو۔ میرا کہنا نہیں سُنتی۔
حسینہ:۔ ہاں ہاں بیشک آپ یہ ہی کہہ دیجیے گا۔
مولوی صاحب:۔ ہاں اگر یہ ہمت اور جرات تم میں آجائے تو بیشک کوئی بات کہنے یا کچھ مانگنے کا تمھیں حق ہو سکتا ہے۔ خالی رونے پیٹنے سے کوئی حق پیدا نہیں ہوتا۔ بلی کو کوئی حق نہیں دیتا۔ چیلوں کے ساتھ کوئی انصاف نہیں کرتا۔ بندر جب تمھارا کوئی کپڑا لے بھاگتا ہے تو البتہ روٹی بلا کے دیتی ہو تا کہ کپڑا واپس کردے۔
حسینہ اور بلقیس دونوں کچھ سوچ میں پڑ گئیں۔ مولوی صاحب کچھ دیر ٹھہر کے رخصت ہوئے۔ حسینہ نے بلقیس سے کہا "یہ بالکل صحیح ہے کہ دنیا میں کوئی چیز بغیر لڑے جھگڑے نہیں ملتی انصاف کی طلب بالکل فضول ہے عورت بھی اپنے حقوق بغیر لڑے جھگڑے نہیں پاسکتی"
بلقیس:۔ مگر میرے خیال میں اس معاملہ میں بہت سی پیچیدگیاں ہیں۔
حسینہ: پیچیدگیاں کیسی۔
بلقیس:۔ میرا یہ مطلب ہے کہ اس بات کا تعلق کسی دوسری بات سے بھی ہے۔
حسینہ:۔ کچھ صاف صاف کہو تمھارا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔
بلقیس:۔ تمھاری سمجھ میں کیا نہیں آیا میں خود بھی اچھی طرح نہیں سمجھی ہوں میں کہتی ہوں کہ یہ مردوں کا زور جو عورتوں پر ہے تو کس وجہ سے ہوا اگر یہ وجہ دریافت ہو جائے تو پہلے اس کا انسداد کرنا چاہیے۔ لڑنا جھگڑنا بالکل بے سود ہے اگر وہ وجہ قائم رہی تو وہ زور بھی قائم رہے گا لڑنے جھگڑنے سے کچھ نہ ہوگا۔

حسینہ: کہتی تو تم صحیح ہو۔ کوشش کرکے اس وجہ کو دریافت کیا جائے۔
بلقیس:۔ وجہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورتیں روپیہ نہیں کما سکتیں ان کو مردوں کا دست نگر رہنا پڑتا ہے۔ روپیہ پر زندگی کا مدار ہے۔ چونکہ مرد عورتوں کو روپیہ دیتے ہیں اسی لیے اپنے کو برتر سمجھتے ہیں۔

( ۷ )

حسینہ اس بات کے واسطے کسی طرح نہ راضی ہوتی تھی کہ شوہر کے گھر پر جائے۔ ماں باپ کے امکان میں جو کوشش ہوسکتی تھی اُنھوں نے کی۔ اِدھر تو یہ حالت اُدھر مولوی فریدالدین نے اصرار شروع کیا کہ بیوی جلد آئیں۔ شیخ صاحب کے پاس روز خط آنے شروع ہوے کسی میں دھمکی کسی میں معذرت کسی میں لجاجت۔ یہ خط حسینہ کو دکھا دیے جاتے تھے جن کو دیکھ دیکھ کر وہ اور آگ ہوتی تھی۔ نہ تو ان کی معذرت اور لجاجت سے اسکا دل پسیجتا تھا نہ غصہ اور دھمکی سے ڈرتی تھی۔ ایک دن باپ سے کہہ دیا کہ "آپ نے یہ کیا سر کا لگایا ہے۔ آپ انھیں لکھ دیجیے کہ مجھیں خط لکھیں جو کچھ کہنا ہو مجھ سے کہیں۔ میں انھیں جواب دوں گی۔ شادی تو ان کی میرے ساتھ ہوئی تھی آپ لوگوں کے ساتھ تو ہوئی نہیں" باپ نے یہ رنگ جو دیکھا تو انھیں یقین ہو گیا کہ ان کے کیے کچھ نہو گا۔ سیدھے اُٹھے مولوی صاحب کے یہاں چلے گئے اور من وعن جو حالت اپنی بیٹی کی اس زمانہ میں دیکھا کیے تھے بیان کردی اور کہا کہ "میرے بس میں وہ نہیں میرا اُسپر کوئی زور نہیں میرا بس اور زور اُسی وقت تک تھا جب میں نے اسکی شادی کی تھی۔ اب آپ جانیے وہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے آکے صاف صاف اسلیے کہہ دیا کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی غلط فہمی نہ ہو اور آپ کسی بات کا ذمہ دار مجھے نہ قرار دیں" مولوی صاحب نے یہ سُن کر نظر تحقیر سے شیخ صاحب کو دیکھا مطلب غالباً یہ تھا کہ باپ ہو کر بیٹی سے بس نہیں چلتا اور ناک بھوں چڑھا کر کہنے لگے "اچھا

میں دیکھ لوں گا مگر جناب شیخ صاحب اگر مجھ سے کوئی بے اعتدالی ہو تو شکایت نہ کیجیگا کیونکہ سخت چیز تو سخت ہی چیز سے ٹوٹے گی"

شیخ صاحب:۔ نہیں مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی میں تو عاجز ہوگیا۔ ایسی اولاد سے تو کنکر پتھر پیدا ہوں تو بہتر ہے۔

مولوی صاحب:۔ نہیں آپ پریشان نہ ہوں میں درست کردوں گا صرف ایک بات آپ یہ کیجیے کہ اُن کو یقین اس بات کا دلا دیجیے کہ آپ اپنے گھر میں انھیں نہ رکھیں گے۔ کیونکہ جب اولاد آپ کا کہنا نہیں مانتی تو اسکو آپ پر کیا دعوی ہو سکتا ہے

شیخ صاحب:۔ آپ یہ اطمینان رکھیں کہ میں اسے اپنے گھر میں نہ رکھوں گا۔ اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں میں کس مُنھ سے اسکو اب اپنے گھر میں رکھوں گا۔ دُنیا کیا کہے گی۔

مولوی صاحب:۔ اگر یہ آپ کیجیے تو چار دن میں درست ہو جائیں گی اور ہاتھ جوڑکے چلی آئیں گی۔ (باقی آیندہ)

عبدالوالی

---

# شام لکھنو

شام کا وقت تھا اور پھر کیسی شام کہ شام لکھنو۔ کس پھلے پھولے لاجواب چمن کا نام یاد آیا ع یاد آجاتے ہیں ہائے زمانہ دل کا۔ یہ نودرن اپنے تمام تزک و احتشام کو ساتھ لیے ہوے مغرب کی طرف کوچ کے لیے تیار ہے وہ گھڑی سر پر کھڑی ہے کہ شمع محفل بھی سوز و گداز میں ہم گریہ عشاق ہو جائے۔ آفتاب جس نے اپنے نور شعاعی سے دو گھڑی پیشتر سارے شہر کو نورانی رنگ میں رنگین کر رکھا تھا اب صرف لکھنؤ کے

کلارک ٹاور یا چھتر منزل کے کلس پر (جو اب تک شاہان اودھ کی رفعت بتانے کو موجود ہے) اپنی الوداعی شعاعیں ڈال رہا ہے۔ اس وقت کی نیچرل سینری سے صنائع انسانی نے مل کر وہ حسن پیدا کر دیا ہے جیسے سونے میں سہاگا۔ سرو قدانِ گلشن و جوانانِ چمن کے نازک بدن سے وہ خلعتِ گراں بہا لباس نورانی جسے شاہ خاور نے عطا کیا تھا عنقریب ہے کہ اُتر جائے کیونکہ ان پریوں ہی سی دھوپ رہ گئی ہے۔ روشوں کے تلے دن بھر کی دھوپ کے مرجھائے ہوئے پھول اُن پھولوں کو یاد دلاتے ہیں جو کسی کے ہار بن کر دست شوق سے مَسل مَسل ڈالے گئے ہوں۔ سبزے کی لہک پھولوں کی بھینی بھینی بو جوانان چمن کا نکھار۔ باغبان قدرت کی صنعت کے دلائل ہیں وہ دلفریب وقت آیا ہی چاہتا ہے کہ لیلائے شب اپنی زلف شکیں کا جوڑا کھولکر اُن دلدادگانِ شام وصل کو جو غروب آفتاب کے پہلے ہی سے اس خیال میں مستغرق ہیں کہ یا الٰہی کب رات ہو اور کسی محشر خرام کے اُن حنا مالیدہ پاؤں کی صدائیں سننے میں آئیں جو نہایت احتیاط سے رکھے جاتے ہوں اُن کے ارمانوں کے پورا ہونے میں مدد دینے والی ہے۔ رہ نوردان بادیۂ الفت و سیاحانِ ملک محبت ہیں کہ ان غریب الوطنوں کا کہیں ٹھکانا نہیں مگر ہاں خانۂ دل داغ ہائے حسرت کے ساز و سامان سے آراستہ۔ یاس و حسرت۔ رنج و غم بیکسی تنہائی سے مرصع و مزین ہے۔ دریائے گومتی کی لہریں اسی طرح اُٹھ اُٹھ کر گر پڑتی ہیں جیسے کہ کسی حرماں نصیب فرقت زدہ کے پُر داغ دل میں سیکڑوں آرزوئیں ہزاروں اُمیدیں اُٹھتی ہوں مگر پھر وہ زمانہ کی سدا ہی سے ٹھوکریں کھا کھا مردہ ہو جاتی ہوں۔

چونکہ شام ہے اس لیے حسینانِ جہاں دلبری کے لیے زیب و زینت میں مصروف ہیں تیر مژگاں کھیا نیں ابرو کا ہاتھ صاف کرنا منظور ہے۔ دام الفت اُن بھولے بھالے دل والوں کے لیے ہے جو ان سے چار آنکھ کرتے ہی اپنے صبر و قرار پر برق جفا

گرا بیٹھے ہیں۔ مجروحانِ خنجرِ الفت ذبیحانِ دشنۂ محبت۔ بسملانِ تیغِ ادا مقتولانِ شمشیرِ جفا اپنے بیدرد قاتل ستم کیش سے گو جاں بلب ہیں مگر اللہ ری جانبازی کہ پھر بھی جناب داغؔ کا یہی شعر وردِ زباں ہے ؎

ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمھیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

گلابی جاڑے کا مزا کوئی اُن دنوں سے پوچھے جو لکھنؤ ایسے شہر کے وکٹوریہ پارک میں جس کی ہر روش رشکِ ارم جس کی ہر پیڑی غیرتِ جناں ہے ٹہلتے پھرتے ہوں قیصر باغ کے سبزے پر شبنم آلودگی تو نہ تھی جو اُس میں انمول موتیوں کی سی رونق ہوتی مگر ہاں سبزے نے وہ سین دکھا دیا جسے شاید آپ نے کسی بھولے بھالے نازک اندام گل پیرہن کمسن حسین کو ساون کے ہرے بھرے وقت میں دھانی دوپٹہ مقیش سے مرصع بیل بوٹوں سے مزین اوڑھے ہوئے دیکھا ہو۔ اس پر نگاہ اُسی طرح نہ ٹھہرتی تھی جیسے کہ عاشق و معشوق میں سے کوئی از رعبِ حُسن فرطِ مسرت سے اور کوئی شرم و حجاب سے ایک دوسرے کو نہ دیکھتا ہو۔

دیکھتے ہی دیکھتے فضائے آسمانی کا رونق دینے والا مگر کسی کے چہرۂ درخشاں کا پھر بھی تاب نہ لانے والا آفتاب یکایک ایسا پردۂ مغرب میں جا چھپا کہ غیرتِ خورشید شعلہ رو معشوق نے اپنے شیدائے جانباز کے تڑپا دینے کے لیے پیاری پیاری ادا سے ہنس کر اپنے رخِ روشن پر گھونگھٹ ڈال لیا ہو۔

**انتیاق احمد مشتاق**

---

# غزلیات

حضرت محشر لکھنوی

وہ یاد کرتے ہیں جینے کو اب سلام اپنا
تمام ہوتا ہے دو ہچکیوں میں کام اپنا

نہ دے اگر ہمیں ساقی ہمارا جام اپنا
قبول کرلے فقط دور سے سلام اپنا

اُمید تھی کہ کسی دل پہ اُبھرے نقشِ مراد
مٹایا صفحۂ ہستی سے ہم نے نام اپنا

شہید عشق اُٹھے دُنیا سے لیکے یہ قدرت
دکھا رہے ہیں خدائی میں انتظام اپنا

ازل میں دفتر الفت کی جب ہوئی ترتیب
ہر ایک صفحے پہ لکھا ہوا تھا نام اپنا

طلسم عشق کی اللہ رے گرم بازاری
بنا لیا مہِ کنعاں کو بھی غلام اپنا

حیات عشق میں اُن کے نصیب پر قرباں
نکال لیتے ہیں جو آسماں سے کام اپنا

زباں تک کوئی لفظ آکے بیٹھی جاتی ہے
بتا دوں کیا ترے دربان کو میں نام اپنا

یہ رکھ رکھاؤ شبِ وعدہ کاہش جاں تھا
نہ دیکھے چشم فلک حسن انتظام اپنا

خوشا نصیب کوئی مل گیا بس اب کیا ہے
زمانہ اپنا سحر اپنی وقتِ شام اپنا

ستارے چھٹکے تو عقدہ کھلا یہ شام فراق
بچھا دیا فلکِ فتنہ جو نے دام اپنا

کسی کے دل سے شبِ وعدہ کی تڑپ گئی یاد
دکھائے شوق نہ اب حسن انتظام اپنا

غروب مہر کا فرقت میں کیا سماں دیکھیں
نہ ڈوب جائے کہیں دل قریب شام اپنا

تلاش دوست میں ہر آرزو تھی نقش بر آب
قدم قدم پہ فلک سے پڑا ہے کام اپنا

غزل کہی ہے پے امتثال امر بلیغ[۱]
وہ سست ہی سہی محشر پڑھو کلام اپنا

[۱] نواب سید عسکری مرزا خاں عرف بنّن صاحب بلیغ صاحب مشاعرہ۔

## حضرت بیباک شاہجہانپوری

آکے آتا ہے جو ناصح مجھے سمجھانے کو — کر سکا کون جدا شمع سے پروانے کو

بوالہوس جانتے ہونگے کوئی تدبیر نجات — زندگی عشق میں کہتے ہیں جو مرجانے کو

امتحان عشق میں سو طرح ہوا کرتے ہیں — پند گو بنکے وہ آتے نہوں سمجھانے کو

اُسکا منھ دیکھ کے حیرت سے نہ رہجائے کہیں — داورِ حشر بھی سُن کر مرے افسانے کو

وہ ترے دردِ جدائی کے مزے کیا جانیں — زہر جو جانتے ہیں عشق میں غم کھانے کو

مجھ سے یہ آنکھ ملاتا نہیں وہ مستِ شباب — بھر رہا ہے مے گلرنگ سے پیمانے کو

بزم دشمن میں گئے وہ تو گلہ کیا ایدل — کوئی جایا نہ کرے دل کہیں بہلانے کو

آئینہ اُسکی اداؤں کا ہے بربادیِ دل — کبھی پہنچے گی نہ جنت مرے ویرانے کو

حسن اگر عالمِ اسباب کا پابند نہ ہو — کوئی گیسو سے تعلق ہی نہیں شانے کو

اُسکے ملنے کی کوئی راہ بتا اے ناصح — مجھکو بہکانے کو آیا ہے کہ سمجھانے کو

فکر لیجاتی ہے صورت ہی سے معنی کیطرف — کعبے جائینگے تو ہوتے ہوئے بتخانے کو

وعدۂ وصل پہ خاموش ہوئے کیوں ہنسکر — ابھی باقی ہے مرے سرکی قسم کھانے کو

بیقراری نے غمِ ہجر سنبھلنے نہ دیا — ہم نے چاہا جو گلا کاٹ کے مرجانے کو

وقت سے پہلے قیامت کا تو آنا معلوم — آرہا ہے کوئی تربت ہی ٹھکرانے کو

کم جنوں سے نہیں اے ناصح مشفق یہ بھی — آپ جب دیکھیے موجود ہیں سمجھانے کو

یہی کرتے ہیں جو ہیں رند قیامت آشام — جلدیا آگ لگا کر کوئی میخانے کو

رقصِ بسمل تو انھیں بزم میں منظور نہیں — دیکھتے ہیں وہ مجھے دیکھ کے پروانے کو

ایسی فرصت بھی نہ الفت میں غنیمت جانوں — برق نے آگ لگا دی مرے کاشانے کو

اس طرح کب ہمہ تن گوش ہوئے تھے بیباک
قصۂ غیر وہ سمجھے مرے افسانے کو

### حضرت رعب قریشی انصاری

تشنہ کامی کی۔ عنایت ذبح بسمل میں رہے — کچھ برا بے نام پانی تیغ قاتل میں رہے
تیرے از خود رفتہ تھے ہم عالم دل میں رہے — عمر بھر خلوت میں یعنی تیری محفل میں رہے
یاس غارت گر کے ہاتھوں مٹ گئی دل کی امنگ — اب تمنا تیری تنہا خانۂ دل میں رہے
زیب حسنِ خود نما ہلکا سا پردہ چاہیے — قیس کے دل میں رہے لیلے کہ محمل میں رہے
ہاں مرے ذوقِ خلش کا دل نہ ٹوٹے دیکھنا — تیر کھینچو تم مگر پیکاں مرے دل میں رہے
بے دمِ خنجر سر مقتل کٹے اہلِ ہوس — ہم نگاہ تیز بن کر چشم قاتل میں رہے
تفرقہ کیئے کہ یکجائی خوشا جذبِ خیال — وہ ہمارے دل میں اور ہم اُن کی محفل میں رہے
اب سفینہ ہے مرا اور شورش آباد محیط — کون پامالِ سکوں آغوشِ ساحل میں رہے
فارغ سعیِ طلب اور مضطرب اُمید پر — ہم تن آسانی کے ہاتھوں سخت مشکل میں رہے
آئنے پر یہ نگاہِ تاب فرسا قہر ہے — کچھ تو ہمت اُس طرف مدِ مقابل میں رہے
سوز بیتابی فروغِ گرمیِ ہنگامہ تھا — ہم بہ رنگ شمعِ محفل اُسکی محفل میں رہے
اُف ری خود بینی کہ دیکھا اپنا جلوہ تا ابد — ایک آئینہ میں وہ یعنی مرے دل میں رہے
راحت آبادِ ابد ہے کشورِ گم گشتگی — ہم تو منزل میں رہے گو قطعِ منزل میں رہے
حاصلِ کشتِ عمل جز سوز بیتابی نہ تھا — مضطرب ہم انتظارِ برق حاصل میں رہے
رشک باہم کا ہو منظر جزو جزو آئینہ — ہاں تری صورت مرے ٹوٹے ہوئے دلمیں رہے
سایہ پروردِ ستم ہیں یاد آیا ہے کہ ہم — عافیت سے دامنِ شمشیر قاتل میں رہے

دل نہیں زنداں ہے اک ناکامیِ جاوید کا
قسمت اُس اُمید کی جو رعب کے دلمیں رہے

### حضرت مرزا ثاقب قزلباش لکھنوی

خود فراموشِ قفس ہم ہیں چمن یاد نہیں — غیر کے ہوگئے ایسے کہ وطن یاد نہیں

چاندنی حسن کی اچھی ہے مگر ناز نہ کر — تجھ کو اس چاند کا تاریک گہن یاد نہیں

سرمۂ خاک بھی کیا شے ہے کہ سب بھول گئے — کس طرح کرتے تھے آرائش تن یاد نہیں

اُسکی محفل میں ہوا تھا کبھی میرا بھی گزر — باتیں کچھ کی تھیں مگر مجھکو دہن یاد نہیں

[illegible] ہجر کی خواہش نہ کر اے دل کہ تجھے — سامنا ہو تو کوئی رنج و محن یاد نہیں

بزم حباب تو اب تک ہے مری آنکھوں میں — تم کو تربت مری اے اہلِ وطن یاد نہیں

جلوۂ حلّۂ جنت سے یہ خود رفتہ ہوا — میں نے کن ہاتھوں سے پہنا تھا کفن یاد نہیں

تفرقہ سازیِ گردوں کی یہ حد ہے کہ مجھے — مل کے بیٹھے تھے کبھی روح و بدن یاد نہیں

کیوں سناتے ہو عبث اہلِ وفا کو باتیں — کہ انہیں طرزِ مکافاتِ سخن یاد نہیں

ہم تو مر مر کے سکھایا کیے لیکن اب تک — عشق کو حسنِ خود آرا کا چلن یاد نہیں

[illegible] — میں نے دیکھا تھا مگر [illegible] ختن یاد نہیں

منتظر ہوں شبِ غم ہائے فراموشیِ دل — وعدہ تو یاد ہے وہ عہد شکن یاد نہیں

کیا بتاؤں تجھے میں قیدِ محبت کیا تھی — دست و پا کو مرے زنجیر و رسن یاد نہیں

دیکھیے ظلم و فا حشر میں بھی [illegible] — [illegible] یاد نہیں

بھولے بیٹھے ہیں [illegible] — [illegible] یاد نہیں

سامنے دل کے ہے بیتُ الحزنِ یعقوبی — شورِ حسرت کدۂ زاغ و زغن یاد نہیں

قصۂ طور و تجلّی کا بیاں کیا کہ ہمیں — جلنے والے ترے اے شمعِ لگن یاد نہیں

تیرے نظارہ میں دل محو تھا ایسا دمِ ذبح — تیغ کا پھل [illegible] اے سیبِ ذقن یاد نہیں

داغ گنتے ہوئے گزرے ہیں قفس میں شب و روز — کسطرح کھلتے تھے گلہائے چمن یاد نہیں

قدرداں پا کے بہل جاتے ہیں آوارۂ وطن — جب تو نکلے ہوئے موتی کو عدن یاد نہیں

ذبح ہونے سے مرے اُنکو تعجب ہے تو ہو — اپنے ماتھے کی وہ خونریز شکن یاد نہیں

حیرتِ عشق میں ساکت ہوں تو دم گھٹتا ہے — بولتے ہوں تو مجھے راہِ سخن یاد نہیں

کون سنتا ہے یہ افسانۂ غم اے ثاقب
قابل اہل زمانہ کوئی فن یاد نہیں

### حضرت حسرت موہانی

چاہت مری چاہت ہی نہیں آپ کے نزدیک — کچھ میری حقیقت ہی نہیں آپ کے نزدیک
کس درجہ تغافل ہے مرے حال سے۔ گویا — یہ کوئی مصیبت ہی نہیں آپ کے نزدیک
وہ بات بھی ممکن ہے۔ جو دلدار ہو دلبستہ — جس کی کوئی صورت ہی نہیں آپ کے نزدیک
کچھ قدر تو ہوتی مرے اظہار وفا کی — شاید یہ محبت ہی نہیں آپ کے نزدیک
معلوم یہ ہوتا ہے کہ رنگیں نظری سے — مجھ کو کوئی نسبت ہی نہیں آپ کے نزدیک
تعذیر کے لائق بھی ہے خواہش مرے دل کی — درخورد ملامت ہی نہیں آپ کے نزدیک
یوں غیر سے بیباک اشارے سر محفل — کیا یہ مری ذلت ہی نہیں آپ کے نزدیک
عشاق پہ کچھ حد بھی ستم کی ہے مقرر — یا اسکی نہایت ہی نہیں آپ کے نزدیک
کیا حال کہے کوئی کہ درباں کے ستم سے — آنے کی اجازت ہی نہیں آپ کے نزدیک
راحت بھی وہیں ہے وہیں سامان فراغت — کچھ دولت و حشمت ہی نہیں آپ کے نزدیک

اگلی سی نہ راتیں ہیں نہ اگلی سی ہیں وہ باتیں
کیا اب میں وہ حسرت ہی نہیں آپ کے نزدیک

مرسلہ بیگم صاحبہ حسرت موہانی

### حضرت آشفتہ لکھنوی

وفور ضعف سے طاقت یہاں زباں میں نہیں — وہ جانتے ہیں اثر کچھ مری فغاں میں نہیں
یہاں کی خاک نے بدلے ہیں آسماں لاکھوں — زمیں کو دے حرکت دم یہ آسماں میں نہیں
سلگ چکی ہے بہت کچھ بھڑک اٹھے گی یہ آگ — مذاق ضبط و عتاب سوزش نہاں میں نہیں
جلائینگی مرے خرمن کو بجلیاں اب کیا — وہ خس جو آگ پکڑتے اس آشیاں میں نہیں
ارے یہ آہ مری عرش تک ہلا دے گی — یہ کس خیال میں تم ہو اثر فغاں میں نہیں

ہزار بار کہوں گا لگی ہے یہ دل کی سنو نہ تم جو مزا غم کی داستاں میں نہیں
یہ اوج خاک میں پھر کیوں نہ اسکا مل جائے زمین امن اگر دورِ آسماں میں نہیں

یہ کیا کیا تری خود غرضیوں نے آشفتہ
میں دیکھتا ہوں کوئی دوست اب جہاں میں نہیں

حضرت راغب الجیلانی بدایونی

ایسی تری نظر کی اداؤں نے چال کی لٹتے رہے خبر نہوئی اپنے حال کی
پیشِ حضور کیا ہے ضرورت سوال کی ذرّوں نے آفتاب سے کب عرضِ حال کی
شادی رچی ہے دل میں امیدِ وصال کی جنت ہمارے گھر میں ہے حُسنِ خیال کی
مایوسیوں کو فکر سہی میرے حال کی لیکن تمھیں ہوئی تو ضرورت خیال کی
آرام زندگی کے لیے بیخودی ہے شرط سو آفتیں ہیں ایک خبر اپنے حال کی
آئینہ توڑ کر وہ دلِ خستہ حال کا تصویر کھینچتے ہیں کسی خستہ حال کی
تھی اپنی کائنات فقط اک نگاہِ شوق دیکھو تو وہ بھی نذر ہے برقِ جمال کی
مانا کہ آپ غور سے سنتے ہیں سب کا حال ہاں اور جس کو تاب نہ ہو عرضِ حال کی
کرتے ہو کیا گلہ نگہِ حُسنِ دوست کا شاید تمھیں خبر نہیں اپنے جمال کی
خود ماننا پڑا ہے کہ زندہ نہیں ہوں میں پوچھی ہے یوں اُنھوں نے خبر میرے حال کی
ایسا نہ جانتے تھے تمھارے ستم کو ہم آنکھیں کھلیں تھم جو ہوئی اپنے حال کی
کیا پوچھنا حضور کے حُسن و جمال کا تعریف ہے حضور سے حُسن و جمال کی
پردہ اُٹھا نگاہ لڑی چھائی بےخودی یوں مجھ سے لے اُڑی مجھے شوخی جمال کی
کیا تمہ یہ کر کے شرم ہے ساقی کے سامنے بوتل بنا ہوں میں عرقِ انفعال کی
ساقی نے مجھ فقیر کا دل سیر کر دیا ساغر کے ساتھ بھر گئی نیت سوال کی
معمور ہے جہان عطائے حضور سے یعنے جگہ نہیں کسی دل میں سوال کی

راغب نے آج بزم میں ایسی غزل پڑھی
گویا زبان بول رہی ہے جلال کی

# اک نظر

**اُردو یونیورسٹی:-** اُردو کو ہندوستان میں آج جو درجہ حاصل ہے وہ یقیناً کسی زبان کو حاصل نہیں ہندوستان کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے جو کم و بیش تمام ہندوستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہو۔ باوجود اس واقعہ کے ہندوستان کی اس مشترکہ زبان کو فنا کرنے اور اُسکی جگہ ایک دوسری زبان کو دینے کی جد و جہد عرصہ سے جاری ہے گو اسمیں ہم صرف اس طبقہ کا قصور نہیں سمجھتے جو اُردو کی جگہ ہندی کو رائج کرنا چاہتا ہے بلکہ اس گروہ کے سر پر بھی اس تبدیلی کے خیال کا بار ہے جو اُردو کو "اُردو" رکھنا نہیں چاہتا ہے بلکہ اُسے فارسی اور عربی کے ثقیل اور دقیق الفاظ کو ٹھونس ٹھونس کر عربی اور فارسی آمیز اُردو بنا دینا چاہتا ہے ویسے تو اُردو کی بنیاد مختلف زبانوں پر رکھی گئی ہے اور اس میں اکثر زبانوں کا کچھ نہ کچھ جزو موجود ہے مگر یہ ایک واقعہ ہے کہ اگر "اردو" کو وسعت دیتے وقت ہندی کے بعض سہل اور تلفظ میں آسان الفاظ کی جگہ عربی اور فارسی کے ثقیل الفاظ بھرے گئے تو وہ زمانہ بہت دور نہیں ہے کہ جب اُردو کو اپنے موجودہ درجے سے بھی گر جانا پڑے گا۔ اسوقت تک اُردو اور مسلمانوں کی خوش قسمتی سے زبان کے معاملہ کو اُن حضرات نے ہاتھ میں نہیں لیا تھا جو سیاسی لیڈر ہیں اور جن کا ملک پر زیادہ اثر ہے۔ ہندوستان کی سیاسی جد و جہد کی زبان اسوقت تک انگریزی ہے اسلیے اُردو اسوقت تک ہندی کے مقابلہ میں ہار ماننے سے بہت کچھ بچی رہی۔ مگر اب ہندوستان کے مسلمہ محب وطن مسٹر گاندھی نے جن کا احترام کرنے میں بہت کم لوگوں کو تامل ہو سکتا ہے نہایت بے وقت اور بے موقع زبان کے مسئلہ کو چھیڑا ہے۔ آپ "ہندوستانی" کو ہندوستان کی مشترکہ زبان بتاتے ہیں اُسکو اُردو یا ہندی کوئی نام نہیں دیتے۔ البتہ ناگری رسم الخط کے خواہشمند ہیں اسوقت اگر ایک طرف اس مسئلہ کے چھیڑے جانے سے ہندوستان کو نقصان عظیم پہنچنے کا اندیشہ ہے تو دوسری طرف حامیانِ اُردو اور مسلمانوں کے لیے "صورت تنبیہ" ہے کہ اب اُن کو اُردو کی حمایت میں سینہ سپر ہو جانا چاہیے۔ اور اپنے اس رویہ کو چھوڑ کر جو معاملات کو عالم تخیل میں رکھتا ہے اور عملیات کے قریب نہیں آنے دیتا اُردو کی حمایت کے لیے اگر وہ اُردو کو ہندوستان میں موجودہ درجہ پر بھی رکھنا چاہتے ہیں نہایت علو حوصلگی سے کام کرنا چاہیے۔ ان صورت حالات میں حیدر آباد کی عثمانیہ یونیورسٹی جیسی نعمت غیر مترقبہ کی اہمیت کچھ اور ہی بڑھ گئی۔ یونیورسٹی کی نوعیت کا اندازہ شہر یار دکن کے مندرجۂ ذیل فرمان سے ہو سکتا ہے۔

"ایک ایسی یونیورسٹی قائم کی جائے جسمیں جدید و قدیم مشرقی و مغربی علوم و فنون کا امتزاج اس طور پر کیا جائے کہ موجودہ نظام تعلیم کے نقائص دور ہو کر جسمی و دماغی اور روحانی تعلیم کی قدیم و جدید طریقوں کی

خوبیوں سے پورا فائدہ حاصل کر سکے اور جس میں علوم پھیلانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ایک طرف طلبا کے لیے اخلاق کی درستی کی نگرانی اور دوسری طرف تمام علمی شعبوں میں اعلیٰ درجہ کی تحقیق کا کام بھی جاری ہے۔ اس یونیورسٹی کا اصل اصول یہ ہونا چاہیے کہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہماری زبان اردو کو قرار دیا جائے مگر انگریزی زبان کی تعلیم بھی بحیثیت ایک زبان کے طالب علم پر لازم گردانی جائے۔ لہٰذا میں بہت خوشی کے ساتھ اجازت دیتا ہوں کہ میری تخت نشینی کی یادگار میں حسب مذکور اصول محولہ عرضداشت کے موافق ممالک محروسہ کے لیے حیدرآباد میں یونیورسٹی قائم کرنے کی کارروائی شروع کی جائے۔ اور اس یونیورسٹی کا نام "عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد" ہوگا۔"

وہ لوگ یہ خبر سن کر نہایت محظوظ ہوئے ہوں گے جن کو باوجود سلطنت آصفیہ کی فیاضانہ علمی اور خیراتی امداد کے یہ معلوم کر کے افسوس ہوتا تھا کہ بڑودہ و میسور و دیگر ریاستوں میں جو حیدرآباد سے چھوٹی ہیں اصلاحات ہو رہی ہیں اور ابتدائی تعلیم مفت اور لازمی کر دی گئی ہے اور بعض میں اسکا انتظام ہو رہا ہے مگر حیدرآباد اس بارے میں جہاں تھا وہیں ہے۔ حیدرآباد کی طرف سے اردو یونیورسٹی کے قیام کی تجویز بہت کچھ امید افزا ہے اور اردو سے سلطنت آصفیہ کا جو گہرا تعلق ہے اور اسکے متعلق جو کچھ روایات ہیں ان کے بالکل مطابق ہے۔ والیٔ دکن "عثمانیہ یونیورسٹی" کے قیام کی تجویز پر ضرور مبارکباد کے مستحق ہیں اور اس شکریہ میں صرف باشندگان حیدرآباد ہی شامل نہیں ہیں بلکہ برٹش انڈیا کے تمام حامیان اردو۔ اس یونیورسٹی سے جہاں ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کے علمی ذوق کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی امید بندھتی ہے کہ اب ریاست حیدرآباد رفتہ رفتہ تعلیمی ترقی اور اصلاحات میں اس درجہ پر آنے کی کوشش کرے گی جو اسکی شان کے موافق ہے۔ آخر میں ہم مسٹر حیدری اور سید راس مسعود کو بھی اس ترقی پر مبارکباد دیتے ہیں جسوقت ہندوستانی مسلمانوں کو برطانوی ہندوستان میں زندہ رہنے کے قابل بنانے والے سرسید کے پوتے اور سید محمود جیسے بہترین قانونی دماغ رکھنے والے کے بیٹے نے بیرسٹری کا پیشہ ترک کیا تھا تو اکثر لوگوں کو ان کے آزادانہ پیشہ کے ترک کرنے کا افسوس ہوا تھا لیکن اگر انکی امداد سے اس قسم کے انسٹی ٹیوشن کے قیام میں مدد مل سکتی ہے تو وہ یقیناً اس "پابندی" کی حالت میں "آزادی" کی نسبت ملک و قوم کے لیے زیادہ مفید ہو سکتے ہیں۔

**تصحیح** گذشتہ نمبر میں حضرت بیباک شاہجہانپوری کی غزل کے دو اشعار سہواً غلط درج ہو گئے ہیں ناظرین صحت فرمالیں۔

ہوتی ہے پرستشِ دلِ بیمار اس لیے — ہم چارہ گر نہیں تو کوئی چارہ گر تو ہو

دل نے تجھ کو بنا لیا آپ ہی پیدا کہ مرقع سا — کہتے ہیں تجھ کو آئینہ پیش نظر تو ہو

# قابلِ دید ناول

...اب فرید: - شیخ فرید الدین اخلاص خاں احتشام
...ماں کی سوانح عمری - مغلیہ سلطنت پر ایک نظر تباہی چھاتی
...عالمگیری دعہد کی فوجی و ملکی خدمت کا نقشہ - تاریخ ...
...واگذشتہ باب خود مختار تاج و تخت کی حکمرانی کا مرقع
...صنفہ مسٹر سلطان حیدر جوش (علیگ) قیمت عہ

...انہ بنگال: - سر رابندرناتھ ٹیگور، بابو بنکم ...
...جی وغیرہ مشہور بنگالی مصنفین کی آٹھ چیدہ
...یدہ کہانیوں کا اردو ترجمہ - یہ کتاب بہترین
...کے بہترین خیالات کا نچوڑ ہے قیمت ۸ر

...سہ: - نہایت دلچسپ، دردانگیز اور حیرتناک
...عربی ناول کا ترجمہ جسمیں حسن و عشق کے فرضی
...نہیں بلکہ سچے واقعات اور اسلامی عظمت و
...کے عدیم المثال کارنامے اس خوبی سے
...ہیں جس کا اندازہ و بغیر پڑھے یقیناً غیر ممکن ہے
...ت ........ عہ

غسان: - ایک زبردست حیرتناک اور نہایت
...تاریخی ناول ہے جس میں اسلام کے حالات ابتدائے
...سے لیکر فتح عراق و شام تک بڑی خوش اسلوبی سے
...کے پیرایہ میں دکھائے گئے ہیں قیمت ہر دو حصہ ...

طرحدار لونڈی: - متمول مگر غافل خاندان کا رنگ ڈھنگ
...کی چالاکیاں جائز و ناجائز تدبیروں سے ترقی
...رنا مارآستیں بنکے اپنے آقا کے خاندان پر تباہی
...حرکار ایک مقدمہ میں پھنسکر جیلخانہ میں جانا مصنفہ
...مسین صاحب مرحوم اڈیٹر اودھ پنچ قیمت ۸ر

میٹھی چھری: - ایک بیرون ملک کی وضعداری
و بربادی و عشق کا قصہ نہایت پرمذاق و سبق آموز
قیمت ........ ۴ر

امراؤ جان ادا: - لکھنؤ کی ایک تعلیم یافتہ خواندہ طوائف
کی سوانح عمری قیمت ........ ۱۲ر

بنگالی جاسوس: - ایک نازک اندام نازنین کے
قتل کا اہم راز - خونی عاشق کی معشوقہ کشی کا سنگین
واقعہ - پیچیدار مقدمہ کی حیرت انگیز تحقیقات قابلِ دید ناول ۱ر

بے زبان دوست: - حریص و بدافعال سیاہ کار
لوگوں کی آتش عناد - رحیم النفس و فیاض منش تاجروں
کی جیتی جاگتی تصویریں اور پرجمال محبوبہ دلنوازنہ کی
حیا پروری مستقل مزاجی ایک بے زبان دوست کی خاص
وفاداری کا خاکہ قیمت ....... ۱۲ر

کرشمۂ تقدیر: - حسن و عشق کے کرشمے پاکدامن
شہزادی کی روئداد قیمت ...... ۱۰ر

ہوا باز عشق: - ایک دلچسپ و سبق آموز ناول جسمیں
حسن و عشق کے کرشمے حب قومی کے جذبات - جرمنوں کی
خفیہ ریشہ دوانیاں غداروں کی حکمت عملیاں نہایت خوبی کے
ساتھ لکھنؤ کی صاف و شستہ زبان میں دکھائی گئی ہیں ۱۰ر

متوالی بیراگن: - تاریخی سچا ناول جسمیں کرکشیتر کے
میدان میں احمد شاہ درانی اور سداشیو راؤ سے معرکہ آرائی
مرہٹے سرداروں کا اجتماع جنگ و جدل ماہوجی سندھیا سے
ایک بیراگن کا عشق جذب الفت میں اسکا معشوق کی تلاش
کے لیے نکلنا ہجر و وصل حیرت و عبرت حسن و عشق کے
متعدد سین قیمت ........ ۸ر

ملنے کا پتہ: دفتر تمدن نیا گاؤں - لکھنؤ

لال شربت لال شربت لال شر



قیمت فی شیشی بارہ آنہ ۱۲/ محصول ڈاک چار آنہ ۴/

اگر

آپ اپنے بچوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو

لال شربت

پلادیں کلیجہ کی کمزوری کھانسی و لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو

لال شربت

پلادیں پیدائش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونے کی وجہ سے بچے خواہش سے پیتے ہیں۔

آپ بھی اپنے بچوں کو استعمال کراکے آزمائش کرلیجیے قیمت بارہ آنہ ۱۲/ فی شیشی محصول ڈاک چار آنہ ۴/

ڈاکٹر ایس کے ... نمبر ... شربت ...